قرآن کریم اور سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بیّنات

جلد: ۸۸ شمارہ: ۱۱
ذوالقعدہ: ۱۴۴۶ھ - مئی: ۲۰۲۵ء
قیمت فی شمارہ: ۷۰ روپے، زرِ سالانہ: ۸۰۰ روپے

مُدیر / مُدیر مسئول
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر
مولانا سیّد احمد یوسف بنوری

مُدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات''، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 50 امریکی ڈالر
عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: 92-21-34919531 +
Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

اہلِ فلسطین کی نسل کشی اور عالمِ اسلام	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ
پاکستان کا داخلی استحکام	۵	

مقالات و مضامین

مکاتیب حضرت مولانا محمد یوسف کامل پوریؒ بنام حضرت بنوریؒ	۷	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
بین المذاہب ہم آہنگی ... دورِ جدید کی ضرورت	۱۲	مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
حج کے محاسن!	۲۰	مفتی ابوبکر الکوثری
فروعی اختلافات اور سلفِ صالحین کا منہجِ اختلاف	۲۴	مولانا محمد نعمان خلیل
نرم مزاجی اور رِفق کی اہمیت وفضیلت	۲۹	مولانا عصمت اللہ نظامانی
مائیکرو فنانس یعنی چھوٹا قرضہ فراہم کرنے والی ایپلی کیشنز	۳۴	ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
عربی زبان وادب کے اصولِ تدریس وضوابط (قسط: ۴)	۴۰	مولانا ارشاد احمد سالارزئی

یادِ رفتگان

مولانا حامد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی مظلومانہ شہادت	۴۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
مولانا حافظ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ	۴۶	〃 〃 〃
مولانا محمد نواز سیال رحمۃ اللہ علیہ	۴۷	〃 〃 〃
مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی رحمۃ اللہ علیہ	۴۸	〃 〃 〃
مولانا قاری محمد شاہ زمان رحمۃ اللہ علیہ	۵۰	〃 〃 〃
مولانا حامد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت وکردار پر نظر	۵۱	مولانا عرفان الحق حقانی

دار الافتاء

قربانی کے لیے مالی حیثیت اور قربانی کی کم از کم شرائط	۵۸	
قربانی کے لیے گائے وقف کرنا	۵۹	ادارہ
مارخور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟	۶۰	

نقد و نظر

حجة الوداع و عمرات النبي ﷺ ... عظمتِ صحابہؓ الخ	۶۱	ادارہ

بصائر و عبر

اہلِ فلسطین کی نسل کشی اور عالمِ اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

یوں تو اسرائیل ۱۹۴۸ء ہی سے فلسطین کی سرزمین پر اپنے غاصبانہ تسلط کے ساتھ ہی فلسطینیوں پر جبر اور ظلم کی تاریخ رقم کرتا چلا آرہا ہے، اس جبر وقہر اور ظلم وجور میں تیزی کے ساتھ اضافہ اس وقت ہوا، جب اہلِ فلسطین کے دفاع کاروں نے ۷؍اکتوبر ۲۰۲۳ء میں جوابی اقدام کے طور پر اسرائیل پر حملہ کیا۔ اس وقت سے تا حال مئی ۲۰۲۵ء اسرائیل اہلِ غزہ کی سول آبادی پر مسلسل بمباری اور حملے کرکے اس ظلم اور وحشت کی تمام حدیں عبور کرچکا ہے۔ غزہ کے مکانات، مساجد، اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور ہسپتالوں کو ملبہ کا ڈھیر بنانے کے بعد آبادیوں سے نکل کر خیموں میں پناہ گزین بچوں، عورتوں اور بزرگوں کو مسلسل نشانہ بنائے ہوئے ہے۔ جہاں زندگی باقی نہیں رہی، صرف موت کا راج ہے۔ غزہ کی گلیاں اور آبادیاں زندگی کی نہیں بلکہ تباہی اور موت کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ ہر طرف لاشیں، خون میں نہائے زخمی بچے، روتی اور بلکتی مائیں اور کھنڈرات میں دبے اور چھپے بے بس وبے سہارا لوگ ہر باشعور انسان اور حکمران سے سوال کررہے ہیں کہ کیا واقعی تم انسان ہو؟ آج غزہ صرف ملبے کا ڈھیر نہیں، بلکہ تاریخِ انسانی کی سب سے تاریک داستان اور نسل کشی کی تاریخی دستاویز بن چکا ہے۔ غزہ، مسجدِ اقصیٰ اور فلسطین کے دفاع کاروں اور اسرائیل کے درمیان قطر اور دوسرے ممالک کے ضمانتیوں کے توسط سے ایک عارضی جنگ بندی اور قیدیوں کے تبادلے کا معاہدہ ہوا، جس کے نتیجے میں جانبین کے کچھ قیدیوں کو رہائی بھی ملی، لیکن اسرائیل نے حسبِ روایت وہ معاہدہ توڑ دیا اور حسبِ عادت اس نے غزہ

کے باقی ماندہ لوگوں کی خون ریزی شروع کردی۔

اسی بنا پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی تحریک اور دعوت پر ''مجلس اتحادِ امت پاکستان'' کی جانب سے ۱۰/ اپریل ۲۰۲۵ء کو اسلام آباد میں ایک ''قومی فلسطین کانفرنس'' بلائی گئی، جس میں اہلِ سنت کے تمام مسالک اور مکاتبِ فکر کے زعمائے ملت، علمائے کرام اور مفتیانِ عظام نے ایک متفقہ اعلامیہ اور فتویٰ جاری کیا، جس کو حضرت مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے پڑھا اور اس کی مزید وضاحت شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے بیان میں کی، جس میں کہا گیا کہ: ماضی قریب میں اس جیسے ظلم کی مثال نہیں ملتی۔ اب تک کم و بیش ۵۵ ہزار شہید جب کہ دو لاکھ کے قریب زخمی اور معذور ہو چکے ہیں۔ یہ محض جنگ نہیں، بلکہ فلسطینیوں کی نسل کشی ہے۔ عالمی ادارے مفلوج و بے بس ہو چکے ہیں۔ شرعاً تمام مسلمانوں پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق جہاد واجب ہو چکا ہے۔ مسلّمہ قانونی رو سے اپنے وطن کی آزادی کے لیے جدوجہد عالمی، قانونی اور اخلاقی حق ہے۔ کوئی معاہدہ اس جہاد میں شرکت سے مانع نہیں ہے۔ البتہ فلسطین کے نام پر اپنی حکومتوں کے خلاف مسلح جدوجہد یا کارروائیاں جائز نہیں ہوں گی۔ اسرائیل سے تعلقات قائم کرنے والے ممالک سے غیر مشروط جنگ بندی تک سفارتی تعلقات ختم کیے جائیں۔ سلامتی کونسل کا فوری اجلاس طلب کیا جائے اور پاکستان اس میں پہل کرے۔ غزہ پر جو ظلم ہو رہا ہے، وہ اسرائیل کے خلاف جنگ کے لیے درکار شرعی جواز کے مفہوم پر پورا اُترتا ہے۔ یہ بھی واضح کیا گیا کہ اسرائیل کے ساتھ پاکستان اور بہت سے ممالک کا کوئی معاہدہ نہیں ہے اور جنہوں نے اس کے ساتھ ایسا معاہدہ کیا بھی ہے تو اس ظلمِ عظیم کے بعد اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ قتال کی ذمہ داری ریاستوں کی باقاعدہ افواج کی ہے اور اس ضمن میں حکمت عملی وضع کرنے کا اختیار حکومت کے پاس ہے جو مسلمانوں کی مصلحت کو مدِنظر رکھتے ہوئے جلد از جلد مؤثر اقدامات اُٹھانے کا فیصلہ کرے۔ اعلامیہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ غزہ کے مظلوموں کی مدد کے لیے قتال کا فریضہ پہلے ان مسلمانوں پر لازم ہوتا ہے جو جغرافیائی طور پر اُن کے قریب ہیں اور ان کے بعد درجہ بدرجہ دور کے مسلمانوں پر یہ فریضہ لازم ہوگا۔

اسی طرح ۱۳/ اپریل بروز اتوار جمعیت علمائے اسلام کے زیرِ اہتمام کراچی میں ''اسرائیل مردہ باد کانفرنس'' شاہراہِ قائدین پر منعقد کی گئی، جس میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے۔ اس میں قائدِ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے دوٹوک الفاظ میں کہا: ''یہ اجتماع اسلامی حکمرانوں کو پیغام دے رہا ہے کہ کچھ تو ذرا اپنی حمیت کا مظاہرہ کرو، تمہاری غیرت اسلامی کہاں گئی کہ آج کراچی میں ایک ملین عوام جمع ہو کر آپ کو بیدار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، یہاں کے عوام آپ کو یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ اپنا فرضِ منصبی پورا کریں، اپنا فرضِ شرعی پورا کریں ... آج اگر کوئی جماعت یا کوئی حکومت اسرائیل کو تسلیم کرنے کا سوچ رہی ہے، ان سے بہتر تعلقات کا سوچ رہی ہے تو میں اُن کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ پاکستان کی اساس کے ساتھ غداری ہے! قیامِ پاکستان کے اساسی مقاصد کے

ساتھ غداری ہے ... میں ان قوتوں کو بتانا چاہتا ہوں، ان لابیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا یا اس کے ساتھ سفارتی تعلقات بنانا یا اسرائیل کے ساتھ معاشی تعلقات بنانا، یہ آپ کے لیے آسان نہیں ہوگا اور کبھی تمہارا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ ان تمام حالات سے واضح ہوگیا کہ سلامتی کونسل ہو یا اقوامِ متحدہ کا ادارہ، یہ سب امریکہ اور اس کے لے پالک اسرائیل کے سامنے، ناکارہ مفلوج، ناکام اور بے فائدہ ہو چکے ہیں، اب انسانیت کی بقا اور سلامتی کے لیے انصاف پر مبنی نیا نظام وجود میں لانا ناگزیر اور ضروری ہو چکا ہے۔

پاکستان کا داخلی استحکام

گزشتہ دو ماہ میں پاکستان کے چاروں صوبوں میں فورسز پر حملے، تھانوں پر قبضے، علمائے کرام کی ٹارگٹ کلنگ، جعفر ایکسپریس کے مسافروں کو یرغمال بنانا، مسلح جتھوں کی آبادیوں پر یلغار، بلوچستان میں دھرنے اور قومی شاہراہوں کی بندش، چھ کنال کے خلاف صوبہ سندھ کی تمام سیاسی و مذہبی اور قوم پرست جماعتوں میں اضطراب اور پریشانی کے نتیجے میں جلسے اور جلوس، یہ سب کچھ ایک طرف ایسے موقع پر ہو رہا ہے جب کہ اسرائیل امریکا کی تائید و مدد اور مغربی حکومتوں کی پشت پناہی کی بنا پر اہلِ فلسطین کی نسل کشی کر رہا ہے تو دوسری طرف اسرائیل جو پاکستان کا سب سے بڑا دشمن ہے، اس نے اپنے وجود میں آنے کے روزِ اول سے پاکستان کو اپنے نشانہ پر رکھا ہوا ہے، اس میں داخلی خلفشار اور انتشار کا ہو جانا اسرائیل، امریکا اور بھارت کے گٹھ جوڑ کے بغیر ممکن نہیں یا کم از کم ملکی فسادات انہی ممالک کے مفاد میں جا رہا ہے، اس لیے کہ بھارت خطے میں امریکا اور اسرائیل کا کٹھ پتلی ہے، پاکستان کو اندرونی طور پر غیر مستحکم کرنے میں بھارت کے جاسوس رنگے ہاتھوں گرفتار ہو چکے ہیں۔ حالیہ واقعات میں اس کا بڑا اظہار اس وقت ہوا جب کہ بلوچستان میں جعفر ایکسپریس پر حملہ کیا گیا تو بھارت کے میڈیا میں اس پر شادیانے بجائے گئے، بھارت نے آج تک اس واقعہ کی مذمت نہیں کی۔ اور اسرائیلی حکومت کے کئی ذمہ داران بارہا یہ کہہ چکے ہیں کہ پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے انڈیا کو سپورٹ کرنا ضروری ہے، جیسا کہ اسرائیل کے بانی ڈیوڈ بن گوریان نے اگست ۱۹۶۷ء میں ساروبون یونیورسٹی پیرس میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''پاکستان دراصل ہمارا آئیڈیالوجیکل چیلنج ہے۔ بین الاقوامی صہیونی تحریک کو کسی طرح بھی پاکستان کے بارہ میں غلط فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیے اور نہ ہی پاکستان کے خطرے سے غفلت کرنی چاہیے۔ پاکستانی عوام عربوں سے محبت کرتے ہیں اور یہودیوں سے نفرت، اور عربوں سے یہ محبت خود عربوں سے زیادہ خطرناک ہے، لہٰذا ہمیں پاکستان کے خلاف جلد از جلد قدم اُٹھانا چاہیے۔ پاکستان میں فکری سرمایہ اور جنگی قوت ہمارے لیے آگے چل کر سخت مصیبت کا باعث بن سکتا ہے، لہٰذا ہندوستان سے گہری دوستی ضروری ہے، بلکہ ہمیں اس تاریخی عناد و نفرت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے جو ہندوستان' پاکستان کے خلاف رکھتا ہے۔ یہ تاریخی عناد و نفرت ہمارا سرمایہ ہے۔ ہمیں پوری قوت سے بین الاقوامی دائروں کے ذریعے سے اور بڑی طاقتوں میں اپنے نفوذ و اثر سے کام لے کر

ہندوستان کی مدد کرنی چاہیے اور پاکستان پر بھرپور ضرب لگانے کا انتظام کرنا چاہیے۔ یہ کام نہایت رازداری کے ساتھ اور خفیہ منصوبوں کے تحت انجام دینا چاہیے۔'' (اقبال اور قادیانی، ص:۴۵)

اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستانی افواج کو ٹارگٹ کرنا اور پاکستان کے سلامتی کے اداروں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا اسرائیل اور اس کے ایجنٹوں کے منشور اور مذموم مقاصد میں شامل ہے، جیسا کہ ایک مشہور یہودی فوجی ماہر پروفیسر ہرٹز کا کہنا ہے کہ: ''پاکستانی فوج اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی عشق رکھتی ہے اور یہی وہ بنیاد ہے جس نے پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتے مستحکم کر رکھے ہیں۔ یہ صورتِ حال عالمی یہودیت کے لیے شدید خطرہ ہے اور اسرائیل کی توسیع میں حائل ہورہی ہے، لہٰذا یہودیوں کو چاہیے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے پاکستانیوں کے اندر سے حُبِ رسولؐ کا خاتمہ کریں۔'' (اقبال اور قادیانی، از: نعیم آسی، ص:۴۶)

پاکستان کے اندر بھی ضمیر فروشوں اور وطن دشمن قادیانیوں اور اُن کے ہمنواؤں کی صورت میں ایک گروہ موجود ہے جو صہیونیوں کا آلہ کار اور ان کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے ان کا معاون اور ان کے لیے ہمیشہ راہیں ہموار کرتا ہے اور آئے دن اپنے بیانات اور پالیسیوں کے اظہار سے اہلِ پاکستان کے سامنے نمایاں ہوجاتا ہے۔ گویا ان کا کردار قرآن کریم کے الفاظ میں اس طرح ہے:

''قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ'' (آل عمران:۱۱۸)

ترجمہ: ''نکل پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

لہٰذا ہمارے حکمرانوں، مقتدر قوتوں، قانون نافذ کرنے والے اداروں، سیاسی و مذہبی جماعتوں کے سربراہوں اور ہر محبِ وطن پاکستانی کے لیے ضروری ہے کہ ہر ممکن طریقے سے پاکستان کے استحکام کو اولیت دیں اور اگر ایک دوسرے سے چھوٹے موٹے گلے شکوے ہیں تو ان کو مل بیٹھ کر اور خلوصِ نیت سے حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں، اور پاکستان کو مستحکم کرکے اسرائیلی اہداف کو آسان بنانے والے کرداروں کی خوب خوب سرکوبی کی جائے۔ ملک ہے تو سب کچھ ہے، اگر ملک کمزور ہوا تو پوری پاکستانی قوم کمزور ہوجائے گی۔ یہ فتنوں کا دور ہے اور فتنہ پرور ہر ممکن فتنہ و فساد پھیلانے کی کوشش کریں گے اور شعوری یا لاشعوری طور پر فتنہ کے وقت کچھ لوگ خواہی نہ خواہی استعمال ہوجاتے ہیں۔ اس سے ہر ممکن ہر فرد بچنے کی کوشش کرے۔ اُمید ہے کہ ان اشارات سے بہت کچھ سمجھ میں آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ اہلِ فلسطین کی مدد فرمائے اور ہمارے ملک پاکستان کو داخلی و خارجی استحکام نصیب فرمائے، دین دشمنوں اور پاکستان دشمنوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور اگر ان کے مقدر میں ہدایت نہیں تو ان کو تباہ و برباد کرے، دین، اہلِ دین، پاکستان اور اہلِ پاکستان کو ان کے شر سے محفوظ فرمائے، آمین بجاہ سیّد المرسلین !

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمّد و آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوریؒ

مکاتیب حضرت مولانا محمد یوسف کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ

بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا محمد یوسف کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

السید الأمجد مولانا محمد یوسف صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ موصول ہوا، کوائف سے کما ینبغي مطلع ہوا، یادآوری کا مشکور ہوں۔ قیمتی مشورہ قابلِ قدر ہے، مفصل تحریر کرتا ہوں۔

میرا سفر فی الحال ملتوی ہوگیا ہے، ان شاء اللہ آخر شہرِ شعبان المبارک میں ارادہ ہے۔ حیدرآباد میں میرے ذاتی اغراض بھی وابستہ ہیں، پیر صاحب کے ذریعہ سے حیدر آباد کے اکابر سے تعارف کا فائدہ ہے، تعلیم کو میں ہرگز نہیں ترک کرسکتا ہوں، وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ وَفِيْ تَدْرِيْسِ الْعُلُوْمِ. اگر قسمت نے وفا کی تو شہرِ شعبان کے اواخر میں ہندوستان میں دیوبند یا لاہور وغیرہ مقامات پر ملاقات کی کوشش کروں گا، وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔ میرے لیے خاص طور پر دعا فرمادیں، میں علم وعمل دونوں سے یتیم ہوں۔ آپ نے تقریرِ بخاری حضرت الشیخ المرحوم (مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ) کے مرتّب کرنے کا حکم فرمایا ہے، فَطَوْعًا لَهٗ، وابْتِهَاجًا بِهٖ، مگر اس میں کوئی فائدہ علمی بھی ہے؟ جن حضرات کی تقاریر سے مرتّب کرنا ہوگا، کیا ان کے جمیع مضامین صحیح ہیں؟ نہیں! بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ اکثر تقاریر اغلاط سے مشحون ہیں، اس تقریر کے لیے مراجعتِ

کتب ضروری ہوگی، جب تک وہ مضمون کتبِ معتبرہ سے صحیح نہ کرلیا جائے گا حضرات علماء کے سامنے پیش کرنا مشکل ہے۔ میں ہر طرح سے اس کام کے لیے مستعد ہوں، مگر اس کام کے لیے کتب خانہ ضروری ہے، جس کے لیے یا حیدر آباد دکن یا مقام پیر جھنڈا اقامت کرنی پڑے گی، مگر پیر جھنڈا کی اقامت دوسرے سال سے میرے نصیب میں نہیں ہے، خدا کرے کہ حیدر آباد کی سرزمین مجھے قبول کرکے متمکّن کردے، رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ۔

ثانیاً عرض ہے کہ میں نے پیر جھنڈا کی اقامت کتب خانہ کے لیے اختیار کی تھی، اس کتب خانہ کے نوادرِ کتب عجائبات میں سے ہیں، حق تعالیٰ نے اس کے مالک کو تدوینِ علوم اور جمعِ کتب پر فریفتہ کردیا ہے، صبح وشام ان کی مساعی نقلِ کتب اور اشاعتِ علومِ حدیث کے متعلق تجویز میں رہتی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہم چار افراد ایک ہزار روپیہ جمع کرتے ہیں۔ میں نے پیر صاحب سے عرض کی ہے کہ آپ ہم کو کوئی نادر کتاب اپنے کتب خانہ سے طباعت کے لیے دے سکتے ہیں؟ پیر صاحب نے فرمایا کہ جو چاہو وہی دے سکتا ہوں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ کتب خانہ میں یہ چند کتابیں قابلِ قدر ہیں، اگر طباعت کا خیال ہے تو ان کتابوں کو طباعت سے مزیّن کراؤ اور فائدہ اُٹھاؤ۔

مولوی سید میرک شاہ نے جو رجالِ طحاوی' دیوبند سے طبع کرائی ہے، وہ حضرت پیر صاحب کے والد ماجد کی تصنیف ہے، اور وہی اس کتب خانہ کے جامعِ اول ہیں، ان کے علم کی داستان میں قابلِ عجب ہے۔ کتب خانہ میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو اُن کے مطالعہ اور تصحیح وتنقید سے خالی ہو۔

فمضى الكرام فلا ترى آثارهم
وكأنهم كانوا على ميعاد

کتب خانہ میں "شرح الترمذي لابن سيد الناس" کی دو جلدیں موجود ہیں، جو کتاب الصلاۃ تک پہنچی ہے۔ یہ کتاب فتح الباري کی شان کی ہے۔ كتاب الضعفاء للعقيلي، نہایت نادر کتاب دو مجلد میں ہے، دمشق سے نقل ہوکر آئی ہے۔ رسائل شرنبلالي، مختلف مسائل پر چالیس رسائل لکھے ہیں، قابلِ قدر چیز ہے۔ یہ کتاب مصنف کے قلم سے ہے۔

"المواهب اللطيفة على مسند أبي حنيفة" جس کو میں آدھی تقریباً نقل کرچکا ہوں، یہ کتاب علامہ شیخ محمد عابد سندھیؒ کے قلم سے ہے، کل کتاب غالباً ۱۲۰۰ صفحات، دقیق خط سے نہایت لطیف کتاب، مسائل پر کلام کرتا ہے، تخریج متابعات وشواہد اور تاویلِ حدیث میں فتح الباري سے بھی اعلیٰ ہے۔ اگر اس کا مصنف' بخاری پر قلم اُٹھاتا تو فتح الباري کے سُوقِ رواج کو کاسد کردیتا۔ اس کے مصنف کے قصصِ عجائب عند التلاقي بیان کروں گا، سندھ کا یہ بڑا محدّث ہے، نہیں! بلکہ ہند میں اس کی نظیر نہیں گزری۔ میں اس

کتاب کی نقل میں مستغرق ہوں، کتاب بہت بڑی ہے، مشکل سے دس صفحات خالی اوقات میں نقل کرتا ہوں، میرے جیسے عالی ہمت کا کام ہے، ورنہ ہر شخص سے یہ نہیں ہوسکتا۔ دعا فرمادیں کہ شعبان تک ہر دو جلد تمام ہوجائیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اس کتاب کے مضامینِ عام کو کسی دوسری کتاب کی شرح کے ضمن میں ڈال دوں؛ کیونکہ مسند أبي حنیفة غیر مشہور کتاب ہے۔

سُنو! عنقریب مدینہ منورہ سے کتاب الزھد للإمام أحمد بن حنبل نقل ہوکر آنے والی ہے، کتاب نہایت ہی نادر ہے، یہاں تک کہ دائرۃ المعارف والوں نے جو فہرست مرتّب کی ہے، اس کے آخر میں لکھا ہے کہ بعض کتابوں کا نام سنا ہے، مگر مُسمّٰی موجود نہیں، ومنھا: کتاب الزھد لأحمد بن حنبل، والجامع لسفیان الثوري، والمسند لبقي بن مخلد، وغیر ذٰلك.

کتاب الزھد تو عنقریب آنے والی ہے، میرا ذاتی خیال ہے کہ میں کتاب الزھد وکتاب الضعفاء للعقیلي کو نقل کرکے حضور نظامِ دکن خلّد اللہُ مُلکہٗ کو ہدیہ پیش کروں۔

کتاب المواھب اللطیفة کی دو جلدیں عنقریب ختم ہونے والی ہیں، اگر چاہو تو طبع کراؤ، یہ کتاب صحیح علمِ حدیث پر مشتمل ہے، اور اس کی طباعت غنیمت۔ ایک دفعہ مولانا نور الحق صاحب (مدرّسِ مدرسہ ہذا) نے پیر صاحب سے التماس کی کہ یہ کتاب اگر مرحمت فرمادیں تو ہم طباعت کرادیں، مگر پیر صاحب نے انکار فرمایا۔ پیر صاحب کی ذاتِ گرامی کو اس ہیچمدان سے غایت درجہ تعلق واُنس ہوگیا ہے۔ مجھ سے فرمایا ہے کہ آپ کو جو کتاب چاہو، مستعار دے سکتے ہیں۔ اگر آپ صاحبان کی مرضی ہو تو سلسلہ جنبانی کریں۔ ... حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیّم، ابن عبد البر صاحب التمہید، البیہقی، الدارقطنی، صاحب المحلّٰی ابن حزم، الخطیب البغدادی، الحاکم النیسابوری، ابونعیم صاحب الحلیۃ وصاحب تاریخ اصبہان وغیرہ کی کتابوں کو دیکھو، نہایت سلیس ودلچسپ عربی میں ہیں۔ ... بھائی! متاخرین کی کتابوں سے علمِ حدیث نہیں آسکتا، متقدمین کی کتابیں دیکھو، بلکہ حافظ ابن حجرؒ کی کتابوں کی زیادہ ضرورت نہیں، کتابیں یہ ہیں: التمییز للإمام مسلم، الکامل لابن عدي، الصحیح لابن حبان، الصحیح لابن خزیمة، المستدرك لابن مندة، الکتب لعلي بن المدیني، کتاب العلل للدارقطني، اختلاف الفقھاء لابن المنذر، غریب المصنف للقاسم بن عبید، الکتب الثلاثة للطبراني، السنن الکبری، المحلّٰی، المغني لابن قدامة.

آپ کی بیماری کے لیے نسخہ عرض کرتا ہوں، شیرینی کا استعمال کم کریں، غالباً اس فصل میں آپ نے ثمرِ آم کثرت سے استعمال کیا ہے:

ھو الشافي: گل منڈی ۲ تولہ، تمر ہندی ۵ تولہ، برادہ صندل سفید ۲ تولہ، افتیمون ۲ تولہ، چوب چینی نیم کوب ۲ تولہ، برگِ گاؤزبان ۲ تولہ، عشبہ ۲ تولہ، شب در آب خیساندہ ۵ ثار، صبح قدرے جوشاندہ،

صاف نمودہ، باز ورآب مذکور مصفی، شکر سفید ا رثار، آمیختہ قوام نمودہ شربت تیار سازند، اگر شربت تیار نہ کرسکو تو مذکورہ بالا دواؤں کو شب میں قدرے آب میں خیساندہ، صبح آب کو صاف کر کے قدرے شکر ملا کر پی لیں۔ مگر اس صورت میں دوا کا وزن ۶ ماشہ ہونا چاہیے فی خوراک، ایک ماہ تک استعمال کریں۔ زیادہ پرہیز نہیں، گوشت گاؤ کا نہ استعمال کرنا ہے اور غلیظ چیزیں بھی نہ کھانا۔

حافظ عبدالحنان صاحب کو سلام عرض کردینا، اوران کی حالت سے مطلع فرمانا، سنا ہے کہ نہایت عافیت میں ہیں، الحمدللہ! کلام طویل ہوگیا ہے:

و قد نسيتُ الخبايا في الزوايا

فما ترى فيها ذكرتُ ما ترى!

احبۂ کرام کو السلام علیکم!

وأنا الأحقر محمد يوسف عفا الله عنه

از پیر جھنڈا، ملک سندھ

شب جمعہ ۲۹ ؍ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۴ھ

جناب محترم مولانا محمد یوسف صاحب دامت ألطافُهُ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بندہ بحمد اللہ عافیت سے ہے، البتہ آج کچھ بخار خفیف سا ہوگیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جب سے وارد ہوا ہوں اوقاتِ درس کے علاوہ نقلِ کتب میں مصروف ہوں، چنانچہ التمهيد کی ایک جلد اور المواهب اللطيفة لمحمد عابد السندي رحمه الله کی چار جلدوں میں سے ایک جلد نقل کی ہے، مواہبِ لطیفہ کی شان فتح الباري سے بھی اعلیٰ ہے، مگر افسوس کہ میں اب بامرِ پیر صاحب ان کے کام کے لیے دکن جارہا ہوں، ان کے لیے یہ کتابیں نقل کرنی ہیں: مكارم الأخلاق للطبراني، ترهيب ترهيب لابن شاهين، كتاب في شرح الحديث لابن الملقن، مسائل الإمام أحمد لأبي داود، التفسير لابن أبي حاتم، الأمالي للحافظ ابن حجر، كتاب للخطيب البغدادي في الحديث، كتاب الروضة للنووي.

اور اس کے علاوہ بھی ان کتابوں میں سے جو عمدہ ہوئی، اپنے لیے نقل کروں گا۔ ان کا کام تین ماہ تک کروں گا اس مشاہرہ پر، اور ۸ روپیہ خوراک کے علاوہ۔ اس کے بعد میں وہیں ان شاءاللہ دائرة المعارف میں رہ کر کتاب الجمهرة لابن دُرید کی تہذیب کروں گا۔ اس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے ارادے ہیں، جن

کو آپ سمجھ سکتے ہیں۔

ڈابھیل کی مجلسِ علمی سے کچھ رسائل طلب کرنے ہیں، مگر ابھی توقف کر رہا ہوں کہ رقم کا پورا فیصلہ مدرسہ سے کرلوں، میرا خرچہ کرایہ پیر صاحب کے ذمہ ہے، آپ یہ جلد تر خبر دیں کہ جو گاڑی دہلی سے دکن کو جاتی ہے، اس کا حساب کیا ہے؟ یہاں سے بمبئی کو گاڑی جاتی ہے، مگر اس کا کرایہ بمبئی تک ۱۸ روپیہ علاوہ دکن کے ہے، اور ڈابھیل کے راستہ سے بھی طول ہے، البتہ دہلی سے براستہ بھوپال کوئی گاڑی جاتی ہے، اس کے کرایہ کی اطلاع دیں۔ اگر آپ نے اس خط کے جواب میں جلدی کی تو مجھے پہنچ سکتا ہے، پھر میں ان شاء اللہ دکن سے آپ کو خط لکھوں گا۔

مولانا عبد القدیر صاحب و مولانا عبد العزیز صاحب کو السلام علیکم! حافظ عبد الحنان صاحب کی خدمت میں عند اللقاء السلام علیکم عرض کر دینا۔ افسوس کہ آپ اتنے مستغنی اور مستقل ہیں کہ کبھی خط سے بھی اطلاع نہیں دی۔ احباب اور آپ سے دعا کا طالب ہوں۔

والسلام

الاحقر محمد یوسف عفا اللہ عنہ

از پیر جھنڈا، ضلع حیدر آباد، سندھ

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

بین المذاہب ہم آہنگی

دورِ جدید کی ضرورت

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

استاذ و ناظم تخصص فقہِ اسلامی، جامعہ

''مؤرخہ ۱۷ر اپریل ۲۰۲۵ء کو وزارتِ مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی کے تحت وفاقی وزیر برائے مذہبی امور محترم جناب سردار محمد یوسف صاحب کی زیرِ صدارت کراچی میں ''بین المذاہب ہم آہنگی... دورِ جدید کی ضرورت'' کے عنوان سے کانفرنس منعقد ہوئی۔ سردار صاحب کی خصوصی دعوت پر جامعہ کے استاذ و ناظم تخصص فقہِ اسلامی مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب مدظلہٗ نے کانفرنس میں شرکت فرمائی، موضوع کی مناسبت سے جو اظہارِ خیال ہوا، اس کے تفصیلی مندرجات افادۂ عام کے لیے نذرِ قارئین ہیں۔'' (ادارہ)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلىٰ آله وصحبه أجمعين، أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم: ''قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ'' (آل عمران:۶۴) ''لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ'' (البقرة:۲۸۵) ''روي عن علي رضي الله عنه أنهٗ قال: إنما بذلوا الجزية لتكون دماؤهم كدمائنا، وأموالهم كأموالنا.'' (نصب الراية، ۳/ ۳۸۱، ط: مؤسسة الريان، بيروت)

تحسین و تبریک

مذاہب اور مسالک کے درمیان ہم آہنگی، دورِ جدید کی وہ ضرورت ہے، جس کا احساس ہر دور میں زندہ رہا ہے، وطنِ عزیز میں، وزارتِ مذہبی امور کے تحت اور ہمارے مذہبی جذبات کے موزوں ترجمان، نیک دل وزیرِ محترم، جناب سردار محمد یوسف صاحب کی قلم روائی کے تحت اس خوشنما عنوان کی طرف بڑھنا قابلِ تحسین اور لائقِ تبریک ہے، ہم اس قسم کے پروگرامات سے اچھی توقعات رکھتے ہیں۔

ہم آہنگی کا معنی ومفہوم

ہم اس موضوع پر آگے بڑھنے سے قبل ''ہم آہنگی'' کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ لفظ فارسی ترکیب کے مطابق ایک دوسرے کے لیے دل ودماغ میں جگہ پیدا کرنے کا نام ہے، بالفاظِ دیگر ایک دوسرے کے لیے اپنے رویے اور عمل میں عدم برداشت کی بجائے برداشت، تصادم کی بجائے تعاون، تشدد کی بجائے تحمل سے کام لینے کا عنوان ہے۔ ہم آہنگی کو عربی زبان میں ''مدارات'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور انگلش میں Harmony/Orbits کہا جاتا ہے۔

ضرورت واہمیت

ہم آہنگی کا دائرہ یوں تو انسانی زندگی کے کسی بھی شعبے میں تناؤ آمیزی کو معمول پر لانے اور باہمی رویوں کے عدمِ توازن کو متوازن بنانے کے لیے مطلوب سمجھا جاتا ہے، مگر مذہبی شناختوں کے حوالے سے اس کی اہمیت اور ضرورت کا احساس وادراک سنجیدہ طبقات کو ہمیشہ رہا ہے اور موجودہ زمانے میں اولاً مختلف مذاہب کے درمیان اور پھر اسلامی مسالک کے درمیان ہم آہنگی کی جتنی ضرورت ہے، اِسے اس دور کے اہم تقاضوں میں سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ اس وقت انسانی دنیا' مذہبی حوالے سے دو طرح کے تصادم یا تناؤ کی زد میں ہے:

پہلا تناؤ مذہبیت اور لا مذہبیت کے درمیان ہے۔ اس وقت لا مذہبیت اور دہریت، انسانیت کو ہر قسم کے دین ودھرم سے دور کرنے یا ہر قسم کی آسمانی، اخلاقی اور اقداری تعلیمات سے محروم کرنے پر تلی ہوئی ہے اور لا مذہبیت کا یہ فتنہ مذہبیت کو بری طرح اپنا نشانہ بنائے ہوئے ہے، چنانچہ من حیث المذہب تمام مذاہب کے علمبرداروں سے دورِ جدید کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی اقوام کو کم از کم دہریت ولا مذہبیت کے شکنجے میں کسنے سے بچائیں؛ کیوں کہ ہم تمام مذاہب والے اپنی اپنی متعین اقدار کو سامنے رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھ کر انسانیت کی اچھی طرح خدمت کرنا چاہیں تو یہ نسبۃً آسان ہے، جب کہ لا مذہبیت جو غیر اقداری رویہ یا روش ہے، اس کے ساتھ ہم آہنگی کے لیے کوئی تھیوری یا ایسا فارمولہ سامنے رکھنا مشکل ہے، جس کی بنیاد پر ہم انسانیت کو حیوانی اقدار کے حوالے ہونے سے بچاسکیں، اس لیے لا مذہبیت کے مقابلے میں تمام مذاہب والوں کا اپنی اپنی اقدار کی پاسداری کے ساتھ مشترکات ومسلمات کے لیے مل بیٹھنا، اس وقت تمام مذاہب کی ضرورت ہے اور تمام مذاہب کے زعماء کی ایک طرح سے ذمہ داری بھی ہے۔

اسی طرح اگر ہم اسلام سے نسبت رکھنے والے مسالک کی طرف آجائیں تو بین المسالک ہم آہنگی تو بین المذاہب ہم آہنگی کے مقابلے میں زیادہ ضروری معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ لا مذہبیت اور مذہبیت کے شدید عالمی تناؤ سے بڑھ کر اس وقت انسانیت، دنیائے کفر اور دنیائے اسلام کے دو مذہبی تصادم، عدم برداشت

اور غیر متوازن رویوں کی زد میں ہے۔ کون نہیں جانتا کہ دنیائے کفر، اسلامی دنیا کے معاملے میں تاریخ کے بدترین اسلام فوبیا کا شکار ہے، وہ تمام اسلامی مسالک کو محض مسلمان کہلانے کی وجہ سے ہر قسم کی معاشی، معاشرتی، میڈیائی اور مسلح جنگ کی زد میں رکھے ہوئے ہے۔ دنیائے کفر اپنے اس ظالمانہ رویے میں ہماری داخلی تفریقی شناختوں کی کوئی تفریق نہیں کرتی۔ مغربی دنیا' اہلِ اسلام کو نشانہ بناتے ہوئے شیعہ سنی کی تفریق کرتی ہے، نہ مقلد و غیر مقلد کی تقسیم سے اُسے کوئی غرض ہے اور نہ ہی دیوبندی یا بریلوی کی تمیز اس کے لیے امتیاز کا ذریعہ ہے، وہ ہمیں بلا امتیاز اپنا لقمۂ تر بنانے کے لیے مصروفِ عمل ہے، اس لیے دورِ جدید کا ہنگامی اور لازمی تقاضا ہے کہ اسلام سے نسبت رکھنے والے تمام مسالک اپنی اپنی مسلکی شناختوں کو تھامتے ہوئے اسلام دشمن قوتوں کے سامنے وحدت اور ہم آہنگی کا بہترین مظہر بن جائیں اور یہ تسلیم کرلیں کہ جو مذہب اسلام' غیر اسلامی مذاہب کے ساتھ مشترکات ومسلمات پر مل بیٹھنے کی تلقین کرتا ہے، اس مذہب کے اپنے پیروکار کفر کے مقابلے میں دفاعِ اسلام اور اپنے تحفظ کے لیے اکٹھے کیوں نہیں ہوسکتے؟ بلکہ تمام مسالک کے ماضی کے اکابر نے ہمیشہ مشترکات ومسلمات پر اکٹھے ہونے کی بہترین مثالیں چھوڑی ہیں، جن میں تحریکِ پاکستان، تحریکِ آئین سازی، تحریکِ ختم نبوت کے مختلف ادوار، متحدہ مجلس عمل، اتحادِ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ اور پیغامِ پاکستان جیسے مسلکی وقومی اتحاد ہمارے سامنے ہیں۔

ہمارے اکابر کے درمیان اس قسم کے اتحاد ہمیں یہ درس دیتے ہیں کہ ہمارا مسلکی تنوع ہرگز تصادم کا باعث نہیں ہے، بلکہ عدم برداشت پر مبنی تحزّب (گروہ بندی) ہمارا المیہ ہے، اس لیے دورِ جدید کا تقاضا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لیے عدم برداشت کے رویوں سے بالاتر ہوں اور مشترکات ومسلمات کے لیے ہم آہنگی کے فروغ کی بہترین مثال بنیں۔ فی زمانہ اسے اسلام کا بنیادی تقاضا بھی کہہ سکتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات اور ہم آہنگی

آیئے! ہم بین المذاہب اور بین المسالک ہم آہنگی کے لیے چند بنیادی اسلامی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہیں:

الف- مذہبی اختلافات کے باوجود، مسلمات ومشترکات پر اتفاقِ رائے وعمل قرآنی حکم ہے:

''قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْاْ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ'' (آل عمران:۶۴)

''آپ فرمادیجیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم ہونے میں) برابر ہے۔'' (بیان القرآن)

''دارهم ما دمت في دارهم.'' (لمعات التنقيح شرح مشكاة المصابيح: ۸/۳۷۱، ط: دار النوادر)

''غیر مسلموں کے ساتھ مدارات سے رہیں۔''

ب- تمام مذاہب کے مقدسات کا احترام کیا جائے:

’’إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه.‘‘(شعب الإيمان، ١٣/٣٦٤، ط:مكتبة الرشد، رياض)

’’جب تمہارا سامنا کسی قوم کے عزت دار سے ہو تو اسے عزت دو۔‘‘

ج- ایک دوسرے کے ساتھ تعامل میں تمام مذاہب کے تقدس کی پاسداری کے ساتھ ساتھ انسانی تعظیم و تکریم کو بھی ملحوظ رکھا جائے، کسی بھی موقع پر مذہب کے اختلاف اور تفاوت کی وجہ سے نفسِ انسانیت کا اشتراک واحترام متاثر اور فراموش نہیں ہونا چاہیے:

’’وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ‘‘ (الاسراء:۷۰)

’’اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی۔‘‘ (بیان القرآن)

’’الناس كلهم بنو آدم وآدم خلق من تراب‘‘ (سنن الترمذي:۵/ ۳۴۷، ط:الحلبي مصر)

’’ساری انسانیت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا شدہ ہیں۔‘‘

د- مذہب و مسلک کی بنیاد پر اشتعال انگیزی سے اجتناب کو یقینی بنایا جائے، معارضے و مقابلے کے موقع پر مذہبیات اور مذہبی شخصیات کے درمیان توہین آمیز تقابل نہ کیا جائے:

’’وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ‘‘ (الانعام:۱۰۸)

’’اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔‘‘ (بیان القرآن)

ھ- ایک دوسرے کی توہین و تحقیر کا عمل صراحۃً تو درکنار، اشارات، کنایات اور موہوم کلمات کے ذریعے بھی نہ کیا جائے، بلکہ ایک دوسرے کا تذکرہ ایسے غیر مبہم الفاظ میں کیا جائے جس سے غلط فہمی جنم نہ لے سکے:

’’يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا‘‘ (البقرۃ:۱۰۴)

’’اے ایمان والو! تم (لفظ) ’’رَاعِنَا‘‘ مت کہا کرو اور ’’اُنْظُرْنَا‘‘ کہہ دیا کرو۔‘‘ (بیان القرآن)

و- ہمارے باہمی اختلافات، بلا شبہ ایک حقیقت ہے، مگر ان اختلافات کو عام مجامع، شاہراہوں، چوراہوں اور بازاروں میں عام کرنے، بیان کرنے اور پھیلانے سے اجتناب کیا جائے اور پوری امانت و دیانت کے ساتھ اپنے اپنے مخصوص حلقوں میں تعلیم گاہوں تک محدود رکھا جائے، تاکہ گروہی تصادم کا فتنہ جنم نہ لے سکے، ایسے فتن کی روک تھام اور سدِ باب مذہبی پیشواؤں کی ذمہ داری ہے:

’’وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ‘‘ (البقرۃ:۱۹۱)

’’اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔‘‘ (بیان القرآن)

’’حدثوا الناس بما يعرفون.‘‘ (صحيح البخاري: ۱/ ۵۹، ط: دار ابن كثير، دمشق)

’’لوگوں کے سامنے صرف وہی چیزیں بیان کریں جو وہ ادراک کر سکیں۔‘‘

’’علماؤهم شرّ من تحت أديم السماء، من عندهم تخرجُ الفتنةُ وفيهم تعود.‘‘

(شعب الإيمان: ۳۱۸/ ۳، ط: مكتبة الرشد، رياض)

’’(قربِ قیامت میں اپنے فرائض سے غافل اس امت کے) علماء آسمان کی چھت کے نیچے بدترین لوگ کہلائیں گے اور فتنہ کا اول آخر وہی ہوں گے۔‘‘

ز- مختلف مذاہب ہوں یا ایک مذہب کے متنوع مسالک، ان کے درمیان ہم آہنگی، پرامن بقائے باہمی، خیال داری، صبر و تحمل، دوراندیشی، وسعتِ ظرفی اور حلم و بردباری سیکھنے اور سمجھنے کے لیے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے وہ معاہداتی پہلو سامنے رکھے جائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور کے مذہبی وفکری مخالفین کے ساتھ پیش فرمائے تھے۔ اس سلسلے میں سب سے نمایاں تین معاہدات ومواثیق ہیں:

- سب سے پہلا نمایاں معاہدہ میثاقِ مدینہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودِ مدینہ کے درمیان پرامن بقائے باہمی کے لیے طے پایا تھا۔
- دوسرا معاہدہ اہلِ مکہ کے ساتھ ہوا تھا، جسے صلح حدیبیہ کا عنوان حاصل ہے۔ اس معاہدے میں مخالفین کی وقتی ترجیحات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دوراندیشی سے قبول فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے ’’فتح مبین‘‘ قرار دیا اور فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔
- جب کہ تیسرا اور بڑا معاہدہ نجران کے نصاریٰ کے ساتھ ہوا تھا، یہ معاہدہ ان تمام معاہدات میں سب سے تفصیلی ہے، بلکہ یوں کہنا بجا ہے کہ کسی بھی اسلامی ریاست کے زیرنگین غیرمسلم اقوام کے لیے مفصل میثاقِ امن (Charter of Space) کا درجہ رکھتا ہے۔ اس معاہدے میں نصاریٰ نجران کے لیے مذہبی، سماجی، قانونی اور ضروری انتظامی حقوق، بطورِ خاص متعین فرمائے گئے تھے:
- مثلاً کسی بھی مذہب کی بنیاد اس کا عقیدہ ہوتا ہے، اہلِ نجران کو اعتقادی تحفظ حاصل تھا کہ انہیں ان کے عقائد کے معاملے میں کسی قسم کی تشویش سے دوچار نہیں کیا جائے گا۔
- اسی طرح ان کی عبادت گاہوں کو مکمل تحفظ بخشا گیا تھا۔
- نیز ان عبادت گاہوں میں اپنے عقیدہ وعمل کے مطابق مصروفِ عبادت لوگوں سے بھی عدمِ تعرض کی تلقین کی گئی تھی، اسی طرح ان کے اپنے دینی مناصب کے حامل افراد اور انتظامی عہدیداروں کو برقرار رکھنے کے احکامات شامل تھے۔
- مزید یہ کہ اپنے مذہبی مناصب کے ذمہ داروں کے تعین وتقرر میں انہیں مکمل آزاد چھوڑا گیا تھا۔
- اسی طرح ان کی عزت وآبرو اور جان ومال کی حفاظت مدنی ریاست کے فرائض میں شمار کی گئی تھی۔
- مزید برآں خیبر کے موقع پر یہود کی شرارتوں کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو مالی تحفظ فراہم کیا تھا:

’’ألا لا تحل أموال المعاهدين إلا بحقها.‘‘ (مسند أحمد، ج:۲۸، ص:۱۶، ط: الرسالة)

’’خبردار! عہد و پیمان والے لوگوں کا مال ناحق ہتھیانے کو میں حلال قرار نہیں دیتا۔‘‘

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی اس سنتِ حسنہ کو زندہ رکھا اور اپنے ادوار کی فتوحات میں غیر مسلم مخالفین کے معاملے میں نرم خوئی، عدل وانصاف، رعایت وحفاظت کے خصوصی احکامات دیے جاتے تھے، یہاں تک کہ نئے مفتوحہ لوگوں کے حیوانات، ان کی فصلوں اور باغات کے تحفظ کے لیے بھی خصوصی تاکیدات کی جاتی تھیں، جب کہ بچے، بوڑھے، عورتیں اور خالص مذہبی سرگرمی تک محدود افراد کو ہر قسم کا تحفظ دینے کا حکم ہر دور میں زندہ تابندہ چلا آرہا ہے اور اب بھی ہماری فقہی کتب میں کتاب الجهاد والسیر کے ضمن میں أحكام أهل الذمة کے عنوان سے واضح انداز میں موجود ہے۔

نتیجۂ بحث

اس ساری تفصیل کا نتیجہ اور حاصل یہ ہے کہ الحمد للہ! ہماری اسلامی تعلیمات غیر مسلم اقلیتوں کے مذہبی، معاشرتی اور مالی وانتظامی حقوق کے حوالے سے بالکل واضح ہیں۔ غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ اہلِ اسلام کا رویہ ہمیشہ ان تعلیمات سے ہم آہنگ رہا ہے اور رہنا چاہیے اور یہ کہ مذہب کے نام پر کبھی کسی غیر مذہب والے کے ساتھ امتیازی سلوک کی اسلام میں کہیں بھی گنجائش نہیں ہے۔ اب ہمارے اہلِ علم اور اربابِ حکومت کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنی رعایا کے غیر مسلموں کے ہر نوع مذہبی، سیاسی، سماجی اور معاشی حقوق کا تحفظ کریں اور ہم وطن غیر مسلموں کی صلاحیتوں کو ملکی تعمیر وترقی کے لیے بروئے کار لانے کے مواقع فراہم کریں۔

شکرِ مکرر

ہم ایک بار پھر شکر گزار اور دعا گو ہیں اپنی حکومت اور وزارتِ مذہبی امور کے نیک دل وزیر محترم جناب سردار محمد یوسف صاحب کے لیے، جنہوں نے وطن عزیز میں بسنے والے تمام مذاہب اور تمام مسالک کے مذہبی نمائندوں کو ایک ساتھ مل بیٹھنے کا ماحول فراہم کیا اور وفاق سے لے کر صوبہ، ڈویژن اور ضلعی سطح تک اس پروگرام کو فروغ دینے کے لیے وہ پرعزم ہیں۔

الحمد للہ! واضح طور پر یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس پروگرام کے تمام شرکاء، اپنے اپنے مذاہب ومسالک کی نمائندگی کرتے ہوئے اس کارِ خیر کے لیے ہمارے سردار یوسفِ زمان کی حسنِ کارکردگی میں اضافے کے لیے ان کے شانہ بشانہ ہوں گے، ان شاء اللہ۔

اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ملکی سطح پر مختلف مذاہب اور مسالک کے درمیان قربتوں کے لیے سردار صاحب کا پرعزم کردار، انتہائی مثبت نتائج کا حامل ثابت ہوگا، ان شاء اللہ۔

بین المذاہب ہم آہنگی اور وحدتِ ادیان کا فرق

الحمدللہ! ہم جس قدر آسانی سے اپنی معروضات، یہاں پر محترم سردار صاحب کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، اسی طرح ہمیں توقع ہے کہ ہم آہنگی کے اس قومی سفر سے بین الاقوامی سفر تک بھی سردار صاحب، ہمارے جذبات کی یوں ہی قدردانی اور ترجمانی کا فریضہ نبھائیں گے، چنانچہ اس موقع کی مناسبت سے دو ضروری گزارشات کی طرف اہلِ علم اور اپنے وزیر محترم کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں:

۱- مذاہب ومسالک کے درمیان ہم آہنگی کا یہ سفر باہمی عزت واحترام، خیال داری، رواداری اور قومی ایشوز پر باہمی تعاون واتفاق پر مبنی ہونا چاہیے، یہ شرعی اصطلاح میں ''مدارات'' ہے، یہاں تک ہمارا ہر قسم کا تعاون حاضر ہے، جب کہ دوسری طرف بعض سیاسی یا مذہبی حلقے تمام تر مذہبی ومسلکی شناختوں کے امتیازات کے خاتمے کے ساتھ اتحادِ امت کی دعوت دیتے ہیں جو کہ درحقیقت مذہبیت سے لامذہبیت کی طرف سفر کا آغاز ہے، ہم ایسے افکار واقدامات کو نہ صرف یہ کہ رد کرتے ہیں، بلکہ اسے ''مدارات'' کی بجائے ''مداہنت'' تصور کرتے ہیں جو کہ شرعاً واخلاقاً ناجائز ہے:

''وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ'' (القلم:۹)

''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے (منصبی کام یعنی تبلیغ میں) ڈھیلے ہوجائیں تو یہ لوگ بھی ڈھیلے ہوجائیں۔'' (بیان القرآن)

''لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' (الکافرون:۲)

''میں نہیں پوجتا جس کو تم پوجتے ہو۔'' (تفسیر عثمانی)

''الإدهان، وهو المحاباة في غير حق، والمساهلة في الأمر، والتليين في الكلام، والمداهنة: أن يرى منكرًا ولم يغيره مع القدرة عليه لاستحياء، أو قلة مبالاة في الدين، أو لمحافظة جانب المرتكب.''

(لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح: ۸/۳۷۰، ط: دار النوادر، دمشق)

۲- اس وقت مذہبی ہم آہنگی کا مثبت تصور ہمارے سامنے پیش ہوا ہے اور اس کو عام کرنے کے لیے ہم سب دل وجان سے حاضر باش ہیں۔ اس کے برعکس مذہبی ہم آہنگی (Religious Harmony) کا جو مغربی تصور ہے، اس کے تحت ''وحدتِ ادیان'' کی عالمی تحریک اور ایک برادر اسلامی ملک میں ''بیتِ ابراہیمی'' کے نام سے تمام ادیان ومذاہب کے امتیازات کا خاتمہ کرتے ہوئے ایک مذہبی ملغوبہ تیار کرنے کا جو پروگرام ہے، وہ ہمیں کسی بھی طور پر قابلِ قبول نہیں ہے۔ ہم مذہبی ہم آہنگی کے ایسے افکار کو اسلام کی بالادستی وبرتری سے متصادم سمجھتے ہیں اور حق وباطل کے التباس واجتماع کا جرم تصور کرتے ہیں، نیز دینِ اسلام کے تبلیغی وترویجی

اہداف کے منافی بھی قرار دیتے ہیں:

’’إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ ‘‘ (آل عمران:۱۹)

’’بلاشبہ دین (حق اور مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔‘‘ (بیان القرآن)

’’وَلَا تَلْبِسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ‘‘ (البقرۃ:۴۲)

’’اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ۔‘‘ (بیان القرآن)

’’هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ‘‘ (التوبۃ:۳۳)

’’(چنانچہ) وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے۔‘‘ (بیان القرآن)

’’أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ‘‘ (الرعد:۱۶)

’’کیا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہوسکتی ہے؟‘‘ (بیان القرآن)

’’الإسلام يعلو ولا يعلى. ‘‘ (صحيح البخاري: ۱/۴٥٤، ط: دار ابن كثير، دمشق)

’’اسلام برتر رہے گا، اس پر برتری نہیں ہوگی۔‘‘

الحمدللہ! وطنِ عزیز کی حد تک ہمیں اس قسم کے خدشات سے تو آئینی تحفظ بھی حاصل ہے، یہاں تو مذہبی رواداری کے التزام کے ساتھ قرآن وسنت کو آئینی بالادستی حاصل ہے اور پارلیمنٹ میں موجود ہمارے علمائے کرام اور سردار صاحب جیسے مذہب پسند وزراء، مسلم قوم کے جذبات کے نہ صرف یہ کہ ترجمان ہیں، بلکہ محافظ بھی ہیں۔ ہماری اس مؤخر الذکر گزارش کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے ان جذبات کو یہاں کی طرح مذہبی ہم آہنگی کے عالمی تصورات کے سامنے بھی تحفظ حاصل رہے۔ ہماری دعائیں اور توقعات سردار صاحب جیسے لوگوں سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا اور ہم سب کا حامی وناصر ہو، آمین۔

وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

..... ✿ ..... ✿ ..... ✿ .....

حج کے محاسن

مفتی ابوبکر الکوثری
تیمر گرہ، دیر

کسی حکم کا اصل حسن اور خوبی اس کا شریعتِ مطہرہ کی طرف سے مامور بہ ہونے میں مضمر ہے، کیونکہ اللہ جل شانہ حکیم ذات ہے اور حکیم کبھی بھی ایسے کام کا حکم نہیں دیتا جس میں ذرہ بھر قباحت اور برائی ہو۔ شریعت کے ہر حکم میں بے پناہ حکمتیں اور بے شمار خوبیاں پنہاں ہوتی ہیں جن تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہوتی، لیکن بعض خوبیاں ایسی کھلی ہوئی اور ظاہر ہوتی ہیں کہ بعض دفعہ ایک عام انسان بھی ان کا اِدراک کرلیتا ہے۔ ہم ذیل کی سطور میں دین اسلام کے ایک اہم رکن حج کے بارے میں - بطور مشت نمونہ خروارے - چند محاسن اور خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں:

❶ - حج کا معنی ہے: کسی چیز کا عزم کرنا - عزم کا تعلق دل کے ساتھ ہوتا ہے اور پورے بدن میں دل اشرف الاعضاء ہے، تو حج کا نام ''حج'' رکھنے میں ایک باریک سا اشارہ ہے کہ حج عبادات میں ایک بلند مقام رکھتا ہے، اس وجہ سے تو اس کو حج (قصد و عزم) کا نام دیا گیا، جس کا تعلق اعضاء انسان میں سب سے اہم عضو (قلب) کے ساتھ ہے۔ نیز عزم و ارادہ آدمی کو منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے، تو حج بھی جس کا معنی ہی عزم ہے انسان کو اپنے مقصود یعنی رضائے الٰہی کی طرف پہنچاتا ہے۔

❷ - اعمالِ حج کی عمومی کیفیت میدانِ حشر کے ساتھ مماثلت رکھتی ہے کہ جس طرح لوگ اپنی خواب گاہوں یعنی قبروں سے اُٹھ کر محشر میں اس حالت میں جمع ہوں گے کہ وہ بے لباس، ننگے سر، ننگے پیر، اضطراب و پریشانی کی حالت میں ہوں گے، کچھ اسی طرح کی کیفیت حجاج کرام کی بھی ہوتی ہے، کیونکہ ان کے بھی نہ سر پر ٹوپی ہوتی ہے نہ بدن پر کرتا، نہ خوشبو اور نا ہی زیب و زینت کا کوئی سامان، بلکہ ایک مجنونانہ انداز سے کرب اور بے چینی کی حالت میں مارے مارے پھر کر میدانِ عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔

❸ - حج کے لیے ظاہر ہے سفر اختیار کرنا پڑتا ہے، اس لیے جب حاجی رختِ سفر باندھ کر نکلتا ہے تو اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال اور محبین سے فراق کا خوگر بنتا ہے اور ایک دن دنیا سے تو

بہر حال کوچ کرنا ہے، لہٰذا سفرِ حج کی وجہ سے جدائی اور فراق کے ساتھ اُنس حاصل ہوتا ہے، جس سے موت کے ذریعے واقع ہونے والی جدائی حاجی کے لیے قابلِ تحمل ہو جاتی ہے، ورنہ سفرِ آخرت کی جان گداز جدائی پر طرفین (مسافر اور پس ماندگان) سے خوف، پریشانی اور بے صبری کے احوال اور جزع فزع کے دردناک مناظر سب کے سامنے ہیں۔

❹- جب حاجی حج کے لیے عازمِ سفر ہوتا ہے تو وہ سفر کے متعلق ضروریات کو جمع کرنے لگتا ہے اور باتجربہ لوگوں سے پوچھ پوچھ کر ایک ایک چیز کا خوب اہتمام کرتا ہے، حالانکہ یہ ایسا سفر ہے کہ جس میں اگر کسی چیز کی کمی محسوس ہو بھی جائے تو وہ اس کو حرم کی سرزمین میں پوری کر سکتا ہے، بلکہ وہاں تو ہر چیز کی فراوانی ہوتی ہے، نیز یہ ایسا سفر ہے کہ اس سے حاجی واپس بھی آ جاتا ہے تو وسائل جمع کرنے کی اس تگ ودو میں اس کو یہ فکر بھی دامن گیر ہو جائے گی کہ جب اس عارضی چند روزہ سفر کے لیے اتنی محنت اور بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے تو سفرِ آخرت کے لیے تو اس سے کہیں زیادہ محنت اور تیاری کی ضرورت ہے، کیونکہ وہاں پر تو صرف وہ چیز دستیاب ہوگی جو آدمی دنیا سے لے کر جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ سفر انوکھا بھی ہے، اس لیے کہ اس سے واپس آنے کا بندہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

❺- جب حاجی سفر کے لیے نکلتا ہے اور ان لوگوں کو راحت وآرام میں پاتا ہے جو اپنے ساتھ زیادہ سے زیادہ سہولت کا سامان لے کر گئے ہوتے ہیں تو چونکہ حاجی کی ادائیں اور حج کا ماحول آخرت کی بھرپور منظر کشی ہے، اس لیے حاجی کو یہ عبرت حاصل ہو جاتی ہے کہ کل محشر میں بھی وہ شخص زیادہ خوش وخرم ہوگا جو ایمان کے بعد زیادہ سے زیادہ اعمال لے کر گیا ہوگا، یہ سوچ کر اس کے عملِ صالح بجا لانے کے شوق اور ولولے میں اضافہ ہوگا۔

❻- یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ حج کی برکت سے آدمی بڑی حد تک بخل اور کنجوسی جیسے مہلک روحانی امراض سے نجات پا لیتا ہے، کیونکہ سفرِ حج میں دل چاہے یا نہ چاہے اپنی صحت کو برقرار رکھنے اور موت سے بچنے کے لیے اس کو مال خرچ کرنا پڑتا ہے، جس کی برکت سے مال خرچ نہ کرنے کی بری عادت چھوٹ جاتی ہے۔

❼- حج کے مبارک سفر کی بدولت مسلمان توکل علی اللہ کی صفت سے آراستہ ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ سفرِ حج میں ضرورت کی چیزیں ساتھ لے جانے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہے اور یہ تو ممکن نہیں کہ ہر وہ چیز اپنے ساتھ لے کر جائے جس کی ضرورت اس کو پیش آتی ہے، اس لیے وہ زیادہ اہم چیزیں اُٹھا کر باقی کو چھوڑ دیتا ہے کہ چلو اللہ عافیت کا معاملہ فرما دے گا اور یہی توکل علی اللہ کی حقیقت ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''توکل یہ ہے کہ تمام اسبابِ ظاہری کو اپنی قدرت کے مطابق جمع کرے اور اختیار کرے اور

پھر نتائج اللہ کے سپرد کرے اور ان ظاہری اسباب پر فخر اور ناز نہ کرے، بلکہ اعتماد صرف اللہ پر رہے۔ (معارف القرآن: ۲/ ۱۶۹)

❽- حج کے محاسن میں سے ایک یہ ہے کہ سفرِ حج کی وجہ سے اس کے اعمال کی قیمت بڑھ جاتی ہے، مثلاً: حرمِ مکی میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ اور حرمِ مدنی میں ۵۰ ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

اسی طرح حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ''جو شخص حج کے لیے پیدل جائے اور آئے، اس کے لیے ہر ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی، کسی نے عرض کیا کہ حرم کی نیکیوں کا کیا مطلب؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔'' (فضائل حج بحوالہ حاکم وصححہ)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''حرم میں ایک روزہ ایک لاکھ روزوں کا، اور ایک درہم صدقہ کرنا ایک لاکھ درہم کا ثواب رکھتا ہے اور اسی طرح ہر نیکی جو حرم میں کی جائے، غیر حرم کی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔'' (فضائلِ حج بحوالہ اتحاف) اس کے علاوہ سفرِ حج میں وہ اپنے دوست واحباب اور دیگر حجاج کی طرف سے پہنچائی گئی تکالیف پر صبر بھی کرتا ہے، جس پر اس کو اجر ملتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حج کے راستے میں تکلیفیں اُٹھانا جہاد میں تکلیف اٹھانے کے برابر ہے۔'' (فضائل حج بحوالہ اتحاف)

❾- سفرِ حج میں حاجی کافی مشقتیں برداشت کرتا ہے، سفر در سفر اور مسلسل بے خوابی کی وجہ سے اس کا بدن چور چور ہوجاتا ہے، لیکن جب حرم شریف پہنچ کر بیت اللہ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا ہے تو اس کی تمام تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے۔ اندازہ لگائیں جب بیت اللہ کے دیکھنے کی یہ شان ہے تو خود خالقِ بیت اللہ کے دیدار کا کیا عالم ہوگا، سبحان اللہ! تو قیامت کے دن مسلمان جتنا بھی کٹھن اور پریشان کن حالات سے گزر جائے، مگر جب اس کی نجات کا فیصلہ ہوجائے گا اور دیدارِ الٰہی سے بہرہ ور ہوگا تو اس کی تمام پریشانیوں کا یوں خاتمہ ہوجائے گا، گویا اس نے کبھی مشقت نام کی کوئی چیز دیکھی ہی نہ تھی۔

❿- جس طرح مرنے کے بعد میت سے سلے ہوئے کپڑے اُتار کر کفن پہنایا جاتا ہے اور زیب و زینت کی تمام چیزوں کو اس سے الگ کیا جاتا ہے، چنانچہ نہ اس کے ناخن اور مونچھیں کترے جاتے ہیں، نہ اس کے بالوں کو کنگھا کیا جاتا ہے اور نہ ہی تیل اور سرمہ لگایا جاتا ہے، بالکل اسی طرح حاجی احرام باندھتا ہے تو کُرتا اور سلے ہوئے کپڑے جو زندوں کا لباس ہے دور کرکے دو کفن نما چادریں اوڑھ لیتا ہے اور آرائش کی تمام چیزوں سے اجتناب کرتا ہے، اس میں یہ اشارہ مقصود ہے کہ حاجی جب احرام باندھتا ہے تو گویا وہ مرجاتا ہے اور جب سفرِ حج پر روانہ ہوتا ہے تو گویا وہ عالمِ آخرت کی طرف چلا جاتا ہے، پھر جب حج سے فراغت کے بعد بخیر وعافیت گھر لوٹتا ہے تو گویا عالمِ آخرت میں اسی کی یہ تمنا پوری کردی گئی ہے: ''يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ'' اور اس کو ایک بار پھر آخرت کی تیاری کا موقع دے دیا گیا ہے۔ حاجی اس مماثلت کو

خاطر میں لاکر سابقہ گناہوں کے دوبارہ ارتکاب سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اب خوب اہتمام کے ساتھ اعمال کی پابندی شروع کرکے عمل کا سچا اور وعدے کا پکا مسلمان بننے کی سعی کرتا ہے، تاکہ وہ وعیدِ خداوندی ''وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ'' کا مصداق نہ بن جائے۔ ایک بزرگ کے بارے میں قصہ مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں قبر نما ایک گڑھا کھود رکھا تھا، وہ گاہے گاہے اس میں اُتر کر اپنے آپ کو مردہ تصور کرتے اور یہ آرزو کرتے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ زندگی عطا فرمائی تو میں ذرہ برابر اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا، اس کے بعد گڑھے سے نکل کر کہتے: اللہ نے میری تمنا پوری کردی اور مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج کر تیاری کا ایک اور موقع فراہم کیا۔ اس طریقے کے اپنانے سے ان کو گناہوں سے بچنے کا ایک نیا شوق وحوصلہ مل جاتا۔

⓫- جس طرح نمازی نماز کے آخر میں سلام پھیر کر نماز سے نکل جاتا ہے جس کے بعد اس کے لیے نماز کے منافی جائز کام حلال ہوجاتے ہیں، اسی طرح مُحرِم حلق یا قصر کے ذریعے احرام سے نکل جاتا ہے، جس کے بعد اس کے لیے حالتِ احرام میں ممنوع چیزیں جائز ہوجاتی ہیں، چنانچہ وہ سلے ہوئے کپڑوں، ٹوپی اور عام چپل کا استعمال شروع کرتا ہے اور اپنے جسم سے میل کچیل اور طبیعت کو ناگوار چیزیں دور کردیتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ حاجی سے فرماتے ہیں کہ تو نے اپنے بدن سے وہ ظاہری چیزیں جو تجھ کو ناگوار تھیں، میرے حکم کے مطابق دور کیں تو میں اس کا زیادہ لائق ہوں کہ اس کے بدلے میں اپنی معافی کے ذریعے تجھ سے وہ مخفی کدورتیں یعنی معاصی دور کردوں جو مجھے ناگوار ہیں۔

⓬- حج کے محاسن میں سے ایک طوافِ صدر (الوداعی طواف) ہے، جس طرح ایک آدمی کسی کے ہاں مہمان بن کر کئی دن ٹھہرتا ہے اور جب لوٹنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے میزبان سے باقاعدہ اجازت لے کر رخصت ہوجاتا ہے، اسی طرح حاجی اللہ کا مہمان بن کر اللہ کے گھر میں کئی دن گزارتا ہے، جب واپسی کا ارادہ کرتا ہے تو عین انصاف کا تقاضا ہے کہ وہ گھر کے مالک یعنی اللہ جل مجدہٗ سے اجازت مانگ کر واپس ہو جائے، جس کے لیے طوافِ صدر یعنی رُخصتی کا طواف مشروع ہوا۔ پھر جس طرح میزبان واپسی کے وقت مہمان کا تحفے تحائف سے اعزاز واکرام کرتا ہے، خاص کر جب میزبان بادشاہِ وقت ہو اور مہمان کو بلایا بھی اسی نے ہو، بالکل اسی طرح اللہ جل شانہٗ بھی حاجی کو رخصت کرتے وقت قیمتی تحائف سے نوازتا ہے، جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کو بخشتا ہے، کیونکہ وہ تو شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ ہے) اور دینے کے لیے اس کے پاس کروڑوں نعمتیں ہیں، جن میں سے سب سے بڑی نعمت، اللہ کی رضا اور مغفرت کا اعلان ہے۔

(ماخوذ من محاسن الإسلام لأبي عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن البخاري المتوفی ٥٤٦ھ بتغییر وتفصیل)

.....❁.....❁.....❁.....❁.....

فروعی اختلافات اور سلفِ صالحین کا منہجِ اختلاف

مولانا محمد نعمان خلیل
فاضلِ جامعہ

اسلامی معاشرے میں فقہی وفروعی اختلاف امرِ واقعی ہے، بلکہ امت کے لیے مفید اور باعثِ رحمت ہے۔ مسائلِ فقہیہ اور دیگر فروعی مسائل میں اختلاف کا ثبوت، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے ہے۔ تابعین اور تبع تابعین بھی بعض مسائل میں باہم اختلافِ رائے رکھتے تھے، انہوں نے اس اختلاف کو دین کی رحمت، وسعت اور امت کے لیے آسانی کے طور پر سمجھا، مختلف زمانوں میں کئی اہل علم نے ان مسائل میں اختلاف ختم کر کے امت کو ایک مسئلہ پر جمع کرنے کی کوشش کی، مگر جمہور علماء سلف اس بات پر راضی نہ ہوئے، کیوں کہ اختلاف ایک فطری چیز ہے، اسی طرح ذہنی سطح اور استعداد وصلاحیت کا تفاوت بھی مسلّم ہے۔ حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

’’السعي في توحيد المذاهب، وحمل الناس على واحد منها، جنون أو ضلال.‘‘

ترجمہ: ’’فقہی مسالک اور فروعی مذاہب کو ایک بنانے اور تمام مسلمانوں کو اس ایک پر جمع کرنے کی کوشش حماقت یا راہِ حق سے روگردانی ہے۔‘‘

(أدب الاختلاف في مسائل العلم والدين، ص:۲۷، دار اليسر)

اسی سلسلہ میں ایک شخص نے خلیفہ راشد حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز (۱۰۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:

’’لو جمعت الناس على شيء؟ فقال: ما يسرني أنهم لم يختلفوا، قال: ثم كتب إلى الآفاق وإلى الأمصار: ليقض كل قوم، بما اجتمع عليه فقهاؤهم.‘‘

ترجمہ: ’’اگر آپ تمام لوگوں کو ایک ہی عمل پر جمع کر دیں (تو زیادہ بہتر ہے)، آپؒ نے فرمایا:

ان (فقہاء اور علماء) کے اختلاف نہ کرنے سے مجھے بالکل خوشی نہیں ہوتی (بلکہ ان کے اختلاف سے خوشی ہوتی ہے)۔ بعدازاں آپؒ نے اپنے ماتحت تمام شہروں میں لکھ بھیجا کہ ہر علاقے کے لوگ اسی مسئلہ پر عمل کریں، جس پر وہاں کے فقہاء متفق ہوں۔''

(سنن الدارمي، باب اختلاف الفقهاء، الرقم: ٦٥٢، ١/ ٤٨٩، دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، ط: الأولى، ١٤١٢ هـ)

امام دار الہجرۃ حضرت سیدنا امام مالک (۱۷۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی شہرہ آفاق اور حدیث مبارک کی مقبول ترین کتاب ''الموطا'' مکمل فرمائی، تو اس کا شہرہ ہر جگہ ہونے لگا، خلیفۂ وقت (ابو جعفر منصور) نے حج کے سفر کے دوران ان سے ملاقات کرکے یہ درخواست کی: ''ہم چاہتے ہیں آپ کی کتاب کے نسخے لکھوا کر تمام بلادِ اسلامیہ میں پھیلا دیں، تاکہ ہر جگہ اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔'' آپؒ نے دور اندیشی پر مبنی بصیرت افروز جواب ارشاد فرمایا:

''ایسا ہرگز مت کیجیے! ہر علاقے میں ہم سے پہلے علم پہنچ چکا ہے، انہیں اسی کے مطابق عمل کرنے دیں جو انہوں نے اپنے لیے پسند کیا ہے، کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اکثر مدینہ منورہ سے نکل کر مختلف شہروں میں جا بسے تھے، کوفہ، بصرہ اور شام ان تمام علاقوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثیر تعداد اور ان کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کا علمی ورثہ پہنچ چکا ہے۔'' (ملخص من الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء لابن عبد البرؒ (٤٦٣ھ)، باب في رئاسته، ووجاهته في علم الدين عند العامة والسلاطين، ص:٨٠، المكتبة الغفورية العاصمة كراتشي، باكستان)

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی اختلاف پر خوشی کا اظہار اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ وسعتِ نظری اسی بات کا نتیجہ تھی کہ انہیں مزاجِ نبوت سے شناسائی تھی۔ وہ اسبابِ اختلاف اور مقاصدِ اختلاف سے واقف تھے اور انہیں فروعی مسائل میں اختلاف کے رحمت ہونے کا یقین تھا، یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب بھی کسی نے اتحادِ مسالک کی کوشش کی، اس سے نہ صرف ایک اور مسلک وجود میں آیا، بلکہ عموماً وہ فتنہ کا باعث اور امتِ مسلمہ میں انتشار کا سبب بنا ہے۔

الغرض ائمہ اُمت کئی اصولی وکلامی بنیادوں میں اتفاق کے باوجود فروعی اختلاف میں وسیع پھیلاؤ رکھتے ہیں۔

فقہاء اسلام کی اختلافی آراء کی بدولت آج بھی اسلامی تعلیمات کی افادیت اور اس میں پنہاں راہنمائی کا عنصر آباد وشاداب ہے اور قیامت تک باقی رہے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ) یہ علمی آراء عقلی اور ذہنی

شعور کی بڑھوتری کا ذریعہ ہیں۔نصوصِ شرعیہ کی متنوع علمی جولانیاں، قرآن کریم اور سنتِ رسول (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا ہمہ جہتی مطالعہ اور زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ان مصادر کی افادیت وجامعیت اسی نظریۂ اختلاف کی دَین ہے۔

لیکن آراء کا یہ علمی اختلاف ان علمائے عظام اور ائمہ سلف کے اخلاق وکردار اور باہمی ربط وتعلق میں بگاڑ کا سبب تھا، نہ ہی اس کو بنیاد بنا کر وہ ایک دوسرے کی تحقیر وتنقیص کرتے تھے، کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف ،نفرت وبغض کا سبب نہیں ہوسکتا اور نہ ہی یہ حق وباطل کا معیار ہے، تاریخی روایات میں اگرچہ اختلاف کی وجہ سے جدل وجدال کے کچھ واقعات منقول ہیں، لیکن ان واقعات کی شرح فیصد اخلاقی اقدار کے مقابلے میں انتہائی کم ہے، لیکن تفرق پسندی کے نتیجہ میں جدلی واقعات کی شہرت زیادہ ہوگئی۔

اس موقع پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کرنا انتہائی موزوں معلوم ہوتا ہے، علامہ ذہبی (۷۴۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ ’’سير أعلام النبلاء‘‘ میں نقل فرماتے ہیں:

’’قال يونس الصدفي: ما رأيت أعقل من الشافعي، ناظرته يومًا في مسألة، ثم افترقنا، ولقيني، فأخذ بيدي، ثم قال: يا أبا موسىٰ، ألا يستقيم أن نكون إخوانًا وإن لم نتفق في مسألة؟‘‘ (سير أعلام النبلاء للذهبي: ۱۰: ۱۱، مؤسسة الرسالة)

ترجمہ: ’’حضرت یونس صدفی رحمۃ اللہ علیہ (یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور ہم عصر تھے) فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی کو عقل مند نہیں دیکھا، ایک دن ہمارا کسی مسئلہ میں مناظرہ ہوا، (جس پر اتفاق نہیں ہوسکا) اور ہم جدا ہوگئے، پھر وہ (بعد میں) مجھ سے ملے، میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے ابوموسیٰ! کیا یہ رویہ درست نہیں کہ ہم بھائی بھائی ہوجائیں، اگرچہ ہمارا مسائل میں اختلاف ہو۔‘‘

یہ سلف صالحین کا عملی نمونہ ہے، جو فروعی اختلاف اور معاشرتی بھائی چارگی کا حسین امتزاج ہے، موجودہ علمی ماحول، فقہی مسائل اور عام خاندانی اور معاشرتی زندگی میں اس جذبہ کی بہت ضرورت ہے کہ مسائل میں اختلاف تفرق، انتشار، ذہنی کڑھن اور بددلی وبدگمانی کا باعث نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ماحول پیدا کرنے کے لیے مستقل ایک فکر، محنت اور دعوت کی ضرورت ہے۔

اس طرح کے اور کئی واقعات ذخیرۂ تاریخ کا اوجھل حصہ ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے ان فروعی اختلاف میں ایک دوسرے کی عزت واحترام کا پاس رکھنا اور مدِ مقابل کو خود سے برتر سمجھ کر، ان کے مقام ومرتبہ کا اعتراف کرنا، سلفِ صالحین کا شیوہ تھا۔ موجودہ پرفتن، ذہنی انتشار، دلی بیزاری، خود پسندی اور اعجاب بالرأی کے دور میں آدابِ اختلاف اور مقاصدِ اختلاف کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے، ورنہ یہ بیماریاں

دین بیزاری، سلف سے لاتعلقی اور اپنی سندوں سے کاٹنے کا سامان فراہم کر چکی ہیں اور متوارث دینی بنیادوں کی جڑیں متزلزل کرنے کو ہیں۔

فروعی مسائل کے اختلاف میں افراط وتفریط

فروعی مسائل کے اختلاف میں علمی اور عملی دونوں میدانوں میں افراط اور تفریط پائی جاتی ہے:

افراط اس طرح کہ ان مسائل کو حق و باطل کا معیار اور اسلام و کفر کی سرحد بنا کر پیش کیا جانے لگا ہے، بعض حضرات اس کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ اظہار تو نہیں کرتے، لیکن ان کا طرزِ عمل اور رویہ اسی بات کی غمازی کرتا ہے، جو طعن وتشنیع، گالم گلوچ، تحقیر وتنقیص اور بُرے القابات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ طرزِ عمل اور فاسد فکر، اسبابِ اختلاف، آدابِ اختلاف نہ پہنچاننے کی وجہ سے جنم لیتی ہے۔

تفریط یہ ہے کہ فروعی مسائل میں اختلاف کو ہی غلط سمجھنا اور یہ کہنا کہ یہ صرف علماء کی اپنی کارستانیاں ہیں اور پوری اُمت کو ایک مسئلہ پر جمع ہو جانا چاہیے، ایسے لوگ اس طرح کے اختلاف کو ہی ختم کردینے کے داعی ہیں، جس کے لیے قرآن کریم کی تفرقہ والی آیات کا سہارا لیتے ہیں، جبکہ اختلافات کا خاتمہ عقل کے بھی خلاف ہے اور مزاجِ شریعت کے بھی منافی ہے۔ ایسے حضرات تاریخِ اختلاف اور مقاصدِ اختلاف سے ناواقف ہیں۔

علمائے کرام نے امت کو ان دونوں غلط افکار سے بچانے کی مختلف سطح پر کاوشیں کی ہیں۔ اسبابِ اختلاف کے حوالہ سے شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ’’اختلاف الائمہ‘‘ اور اسباب اور آدابِ اختلاف سمجھنے کے لیے شیخ عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ’’أدب الاختلاف في مسائل العلم والدین‘‘ بہتر انتخاب ہوسکتا ہے۔

فروعی اختلاف میں مثالی طرزِ عمل

فروعی اختلاف کے حوالہ سے مثالی طرزِ عمل، علمی اور نظریاتی طرزِ فکر یہ ہونا چاہیے:

- اختلاف کو رحمت سمجھا جائے، کیوں کہ اس سے نصوص کی ہمہ جہتی معلوم ہوتی ہے، ایک ہی بات کے مختلف اور متعدد پہلو سامنے آتے ہیں، جس سے فہم وبصیرت کو جلا ملتی ہے، عقلیں روشن اور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔
- اختلاف کرنے کا اہل کون ہے؟ کس کا اختلاف قابلِ غور ہوسکتا ہے؟ اس کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے، جو جس فن کے ماہر ہوتے ہیں، وہی لوگ اس فن میں اختلاف کرنے کے اہل ہوتے

ہیں، جو شخص اس میدان کا نہیں، اسے اختلاف سے خود کو بچانا چاہیے۔

- اختلاف' اصلاحِ امت کا ذریعہ ہونا چاہیے، نا کہ امتِ مسلمہ میں تفرقہ بازی اور فتنہ انگیزی مقصود ہو۔
- اختلاف میں مدِمقابل کے علمی مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھا جائے، جو گفتگو سے بھی نظر آئے اور طرزِ عمل سے بھی۔
- اختلاف' حسد، کینہ اور بغض وعناد کی آمیزش سے پاک ہونا چاہیے۔
- اختلاف میں جو بات درست لگے، دلائل کی بنیاد پر ٹھوس انداز میں بیان کر دینی چاہیے، تاہم بعدازاں اس پر اصرار نہیں کرنا چاہیے کہ پوری امت اسی بات کو تسلیم کرے۔
- اختلاف ان مسائل میں کرنا چاہیے جن مسائل میں شریعت کی طرف سے گنجائش رکھی گئی ہے، جن پر اجماع ہو چکا ہو یا جو امور نصوص سے ثابت ہیں، ان میں اختلاف ضلال، گمراہی اور فتنہ ہے۔
- اختلاف سے پہلے اسبابِ اختلاف، مقاصدِ اختلاف اور آدابِ اختلاف کو اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لینا چاہیے۔
- آدابِ اختلاف کی عملی تربیت کے لیے معتدل علماء کرام کی مجالس اختیار کرنی چاہئیں اور سلف صالحین کے واقعات کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔

سلف صالحین کے علمی خطوط کی اہمیت

ذخیرۂ تاریخ میں سلفِ صالحین اور ائمہ متبوعین کے آپس کے ایسے مکالمات اور خطوط موجود ہیں، جن میں مفید علمی مباحث، دقیق علمی وفنی نکات، اہم بنیادی اصول، مناہجِ استدلال، فوائدِ جلیلہ اور ادبی شہ پاروں کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے متعلق محبت بھرے القابات، خیرخواہانہ جذبات، مدِمقابل کے علمی قد وکاٹھ کا کھلے دل سے اعتراف اور دوسرے کے مقام ومرتبہ کی رعایت کے بہترین مناظر چھلکتے ہیں، جن سے آدابِ اختلاف، اسبابِ اختلاف اور اصولِ اختلاف سمجھے جا سکتے ہیں۔ عالمِ عرب کے مشہور محقق ومحدث، شیخ المشایخ حضرۃ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ سلف میں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰ھ) کا مکتوب بنام فقیہ بصرہ امام عثمان البتی (۱۴۳ھ) اور امام دار الہجرۃ مالک بن انس (۱۷۹ھ) اور فقیہ مصر لیث بن سعد (۱۷۵ھ) رحمہم اللہ کے آپس کے مکاتیب کو تحقیق کے ساتھ مرتب کر کے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا ہے، جس کا نام "نماذج من رسائل الأئمة السلف وأدبهم العلمي" ہے، جو آدابِ اختلاف اور اسبابِ اختلاف کے باب میں سلفِ صالحین کا منہج جاننے کے لیے ایک قیمتی خزینہ ہے۔ ان مکاتیب کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ جلد منصۂ شہود پر لانے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

نرم مزاجی اور رِفق کی اہمیت وفضیلت

مولانا عصمت اللہ نظامانی
فاضلِ جامعہ

اگر یہ کہا جائے کہ نرم مزاجی بظاہر ایک صفت ہے، لیکن درحقیقت یہ مجموعۂ صفات ہے، اور تمام اوصافِ حمیدہ اس میں پنہاں ہیں تو یقیناً مبالغہ نہیں ہوگا۔ یہ ایک ایسا عطیۂ خداوندی ہے جس پر دنیا وآخرت کا آرام وسکون موقوف ہے، رحم دلی ونرم مزاجی دوسروں کے لیے بھی باعثِ راحت رسانی ہے، اور خود اپنے کے لیے بھی فوائد ومنافع کا سبب ہے۔ نرم دل شخص لوگوں کی نظر میں محبوب وپسندیدہ ہوتا ہے، لوگ اس کی مصاحبت کے مشتاق ہوتے ہیں، اس کی ہم نشینی کی چاہت رکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اس کا ایک خاص مقام ہے، جبکہ تندخو وسخت گو شخص کے ساتھ بیٹھنا بھی لوگوں پر گراں گزرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام میں رِفق ونرمی اپنانے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے، اور قرآن پاک واحادیثِ مبارکہ میں اس کی اہمیت وضرورت وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے، ذیل میں نرم مزاجی ورِفق کی اہمیت مع فضائل مختصراً بیان کی جارہی ہے:

رِفق ونرم مزاجی کی اہمیت قرآن کی روشنی میں

۱-قرآن پاک میں نرم مزاجی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نبی کریم ﷺ کی صفت کہا گیا ہے، اور تندخوئی کی مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ‘‘ (آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: ’’پھر اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے آپ ان کے لیے نرم ہوگئے، اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہوجاتے۔‘‘

۲-مسلمانوں کے ساتھ نرمی وملاطفت سے پیش آنے کا حکم اپنی جگہ، قرآن میں تو غیر مسلموں، بلکہ کافروں کے سردار فرعون سے ساتھ بھی نرمی سے بات کرنے کا حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو حکم دیا گیا ہے، تاکہ دعوتِ دین اور حق بات نفع بخش اور بارآور ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ موسیٰ وہارون علیہما السلام سے فرماتے ہیں:

’’فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی‘‘ (طٰہٰ:۴۴)

ترجمہ: ’’سو تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔‘‘

نرم خوئی اللہ تعالیٰ کو محبوب

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرم مزاجی اپنانے کی خصوصی تاکید کی ہے، اور اپنے عمل کے ذریعے بھی اس کی اہمیت اُجاگر کی ہے، اور اس کے فضائل ذکر کیے ہیں۔ من جملہ ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ نرم خوئی اور رِفق کی صفت اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسندیدہ ہے، جیسا کہ درجِ ذیل روایت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے۔ ایک مرتبہ یہود کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور سلام کرنے کے بجائے ’’السام علیکم‘‘ کہا، اور ’’سام‘‘ موت کو کہتے ہیں، یعنی خاکم بدہن آپ پر موت ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن لیا، وہ کہاں برداشت کرسکتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ادنیٰ درجہ کی بھی ناگفتہ بہ بات کہی جائے، چنانچہ انہوں نے بھی جواب میں کہا: ’’وعلیکم السام واللعنة‘‘ یعنی تم ہی پر ہلاکت اور لعنت ہو۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

’’مهلاً يا عائشة! عليك بالرفق، وإياك والعنف، أو الفحش.‘‘(۱)

ترجمہ: ’’آرام سے اے عائشہ! نرمی اختیار کرو اور سختی و بدگوئی سے بچو۔‘‘

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیاوی معاملات کے ساتھ دینی امور میں بھی رفق و نرمی کے ساتھ چلنا ضروری ہے، دین پر عمل پیرا ہونے، یا اس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کے سلسلے میں تشدّد اور سختی ناپسندیدہ ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

’’إن هٰذا الدين متين، فأوغلوا فيه برفق.‘‘(۲)

ترجمہ: ’’بیشک یہ دین بڑا سنجیدہ و مضبوط ہے، لہٰذا اس میں نرمی کو شامل رکھا کرو۔‘‘

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات و اوصافِ حمیدہ میں سے ایک نمایاں صفت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلیم الطبع، نرم خو و نرم مزاج تھے، مخالفین کی طرف سے چاہے جتنی بھی ایذاء و تکالیف کا سامنا ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ اخلاق و نرمی پر اس کا شائبہ بھی نہ پڑتا، اور نہ آپ کے چہرۂ مبارک پر تکدّر کے آثار ظاہر ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’خدمت النبي صلى الله عليه وسلم عشر سنين، فما قال لي: أف، ولا: لم صنعت؟ ولا: ألا صنعت.‘‘(۳)

ترجمہ: ''میں نے دس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، پس آپ نے کبھی اُف تک نہیں کہا، اور نہ کبھی فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور نہ یہ فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟''

یعنی بظاہر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی کسی کام میں کوئی غلطی اور خطا ہوجاتی ہوگی، لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بلاوجہ زجر وتوبیخ نہیں کرتے تھے، بلکہ نرم خوئی ودرگزر کا معاملہ فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل واقعہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں نماز میں کلام کرنا ممنوع نہیں تھا، بعد میں اس سے روکا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نومسلم تھے، اس لیے ان کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ نماز میں باتیں کرنا منسوخ وممنوع ہے، چنانچہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے کہ جماعت میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی، حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نے ''یرحمك الله'' کہہ کر اس کا جواب دیا، یہ دیکھ کر لوگوں نے انہیں گھورنا شروع کردیا، اس پر حضرت معاویہؓ نے کہا: تم مجھے گھور کیوں رہے ہو؟ اب وہ لوگ اپنی رانوں پر اپنے ہاتھ مارنے لگے؛ تاکہ معاویہ بن حکمؓ سمجھ جائیں، اور خاموش ہوجائیں، چنانچہ وہ خاموش ہوگئے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا، اور کسی قسم کی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی، بلکہ آرام سے عمدہ انداز میں اُنہیں سمجھایا، حضرت معاویہ بن حکمؓ خود فرماتے ہیں:

''بأبي هو وأمي، ما رأيت معلمًا قبلهٗ ولا بعدهٗ أحسن تعليمًا منه، فوالله، ما كهرني ولا ضربني ولا شتمني، قال: إن هٰذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، إنما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن.''(۴)

ترجمہ: ''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سکھانے والا نہ پہلے کبھی دیکھا، اور نہ بعد میں۔ اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے جھڑکا، نہ مارا اور نہ ہی برا بھلا کہا، بس یہ فرمایا کہ نماز میں لوگوں سے باتیں کرنی درست نہیں، اس نماز میں تو تسبیح، تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہوتی ہے۔''

نرمی پر عطایائے خداوندی

نرمی ایک ایسی خوبی ہے جس کی وجہ سے بندہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بارش ہوتی ہے، اور اس کثرت سے انعامات وعطایائے خداوندی ملتے ہیں کہ کسی دوسری صفت پر شاید ہی ایسے انعامات حاصل ہوتے ہوں، چنانچہ یہی مفہوم ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''إن الله رفيق يحب الرفق، ويعطي على الرفق ما لا يعطي على العنف، وما لا يعطي على ما سواه.''(۵)

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ رفیق (نرمی کرنے والا) ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی اختیار کرنے

کی بنا پر وہ اس قدر عطا فرماتا ہے کہ جو سختی یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اس قدر عطا نہیں فرماتا۔''

یعنی بسا اوقات بظاہر سختی کرنے میں ہی نفع معلوم ہو رہا ہوگا، لیکن درحقیقت نرمی سے جتنا فائدہ ہوگا، سختی کرنے میں اتنا نہیں ہوگا۔

نرمی خوبصورتی کا سبب

احادیثِ مبارکہ میں نرمی کو حسن وخوبصورتی کا باعث قرار دیا گیا ہے کہ نرم مزاجی آدمی میں زینت کا سبب ہے، جبکہ ترش روئی وتندخوئی ایک قسم کا عیب ہے۔ اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ جو افراد حلیم الطبع، ہنس مکھ اور نرم مزاج والے ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے پاس جانے اور ان سے باتیں کرنے کا ہر کسی کا دل چاہتا ہے، اس کے برخلاف غصیلے، درشت مزاج اور تندخو شخص سے ہر کوئی پہلو تہی کرتا ہے، کوشش کرتا ہے کہ ان حضرت کا سامنا نہ ہی ہو تو اچھا ہے۔ اس بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمان ہے:

''إن الرفق لا يكون في شيء إلا زانهٗ، ولا ينزع من شيء إلا شانهٗ.''(۶)

ترجمہ: ''بلاشبہ نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے، وہ اسے خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز میں سے نرمی نکال دی جاتی ہے تو اسے بدنما وعیب دار کر دیتی ہے۔''

نرمی سے محروم بھلائی سے محروم

نرم مزاجی سے انسان کو خیر وبھلائی حاصل ہوتی ہے، اس کی وجہ سے دنیا میں بھی انسان کو اتنے فوائد مل سکتے ہیں جو سختی کرنے پر نہیں مل سکتے، نرم بات کا دوسرے پر بھی اچھا اثر ہوتا ہے، جبکہ تیز لہجہ میں بات عموماً بے اثر ہوتی ہے، اور انسان بھلائیوں سے محروم رہتا ہے، اسی طرح آخرت کی بھلائیاں بھی نرم مزاجی سے حاصل ہوتی ہیں، چنانچہ حضور ﷺ سے روایت ہے:

۱- ''من أعطي حظهٗ من الرفق فقد أعطي حظهٗ من الخير، ومن حرم حظهٗ من الرفق فقد حرم حظهٗ من الخير.''(۷)

ترجمہ: ''جس شخص کو نرمی سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی سے حصہ دیا گیا اور جسے نرمی کے حصہ سے محروم رکھا گیا تو وہ بھلائی سے محروم ہوا۔''

۲- ''من يحرم الرفق، يحرم الخير.''(۸)

ترجمہ: ''جو آدمی نرمی اختیار کرنے سے محروم رہا وہ آدمی بھلائی سے محروم رہا۔''

۳- ''إذا أراد الله عز وجل بأهل بيت خيرًا، أدخل عليهم الرفق.''(۹)

ترجمہ: ''جب اللہ تعالیٰ کسی گھرانے سے خیر کا ارادہ فرمالیتا ہے تو ان میں نرمی پیدا فرمادیتا ہے۔''

نرمی کا معاملہ کرنے والوں کے لیے نبوی دعا

لوگوں کے ساتھ رفق ونرمی کا معاملہ کرنے کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے حضور ﷺ نے دعا فرمائی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول في بيتي هذا: اللّٰهم، من ولي من أمر أمتي شيئًا فشق عليهم، فاشقق عليه، ومن ولي من أمر أمتي شيئًا فرفق بهم، فارفق به .“(۱۰)

ترجمہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے میرے اس گھر میں فرماتے سنا: اے اللہ! جس شخص کو میری اُمت کے کسی معاملہ کا والی وحاکم بنایا جائے، پھر وہ ان پر سختی کرے تو آپ بھی اس پر سختی کریں، اور میری امت میں سے جس کو کسی معاملہ کا والی بنایا جائے اور وہ ان سے نرمی کرے تو آپ بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں۔“

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن وسنت میں لوگوں کے ساتھ نرم خوئی ونرم مزاجی سے پیش آنے کی بہت اہمیت وفضلیت بیان کی گئی ہے، اور بلاوجہ سخت برتاؤ کرنے، پُرتشدد لہجہ اپنانے اور دوسروں کے ساتھ تندخوئی سے پیش آنے کی ممانعت آئی ہے، لٰہذا ہمیں بھی چاہیے کہ اسوۂ رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے نرم مزاجی کی اعلیٰ صفت کو اپنائیں۔

حواشی وحوالہ جات

١- صحيح البخاري، (٨٥/ ٨)، كتاب الدعوات، رقم الحديث: ٦٤٠١، الناشر: دار طوق النجاة، ط: ١٤٢٢ھ
٢- مسند أحمد، (٣٤٦/ ٢٠)، مسند أنس بن مالك رضي الله عنه، رقم الحديث: ١٣٠٥٢، الناشر: مؤسسة الرسالة- بيروت، ط: ١٤٢١ھ- ٢٠٠١ م
٣- صحيح البخاري، (١٤/ ٨)، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء، رقم الحديث: ٦٠٣٨
٤- صحيح مسلم، (٣٨١/ ١)، كتاب المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة، رقم الحديث: ٥٣٧، الناشر: دار إحياء التراث العربي- بيروت
٥- صحيح مسلم، (٢٠٠٣/ ٤)، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، رقم الحديث: ٢٥٩٣
٦- صحيح مسلم، (٢٠٠٤/ ٤)، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، رقم: ٢٥٩٤
٧- سنن الترمذي، (٤٣٥/ ٣)، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في الرفق، رقم الحديث: ٢٠١٣، الناشر: دار الغرب الإسلامي- بيروت، ط: ١٩٩٨م
٨- صحيح مسلم، (٢٠٠٣/ ٤)، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، رقم الحديث: ٢٥٩٢
٩- مسند أحمد، (٤٨٨/ ٤٠)، مسند النساء، رقم الحديث: ٢٤٤٢٧
١٠- صحيح مسلم، (١٤٥٨/ ٣)، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل، رقم الحديث: ١٨٢٨

مائیکروفنائنس یعنی چھوٹا قرضہ فراہم کرنے والی ایپلی کیشنز

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
لیکچرر کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ، (سی آئی ٹی) آئرلینڈ

کمپیوٹر سائنس، انٹرنیٹ اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز میں ہونے والی ترقی کی وجہ سے معاشی و مالیاتی نظاموں کی جدید شکلیں وجود میں آرہی ہیں۔ نیز اس وقت ترقی یافتہ ممالک میں قرضہ فراہم کرنے کے حوالے سے نت نئے طریقے بھی عوام کے سامنے تجربات کے لیے لائے جارہے ہیں۔ ان نت نئے مالی معاملات میں سے کچھ کے پیچھے انسانیت کی بھلائی کا جذبہ کارفرما ہے، جبکہ کچھ کے پیچھے لالچ اور ہوس ہے۔ نیز چونکہ آج کل کے جدید معاشی نظام میں مائیکروسیکنڈز کے حساب سے مالی معاملات کی انجام دہی کی جارہی ہے اور بعض لوگ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے نت نئے مالی معاملات بھی مارکیٹ میں متعارف کرواچکے ہیں، لہٰذا عالمی سطح پر اسی پیشرفت کی وجہ سے پاکستان میں بھی مائیکروفنائنس یعنی چھوٹا قرضہ فراہم کرنے والی کئی ایپلی کیشنز (لون ایپس) کا آغاز ہوچکا ہے، جن کے ذریعے صارفین موبائل فون کے ذریعے چھوٹے قرضے (مائیکروفنائنس) حاصل کرسکتے ہیں اور صارفین کو یہ قرضہ محدود مدت میں واپس کرنا پڑتا ہے۔

آج سے کچھ سالوں پہلے بڑے قرضوں کے حصول کے لیے بینکوں سے رجوع کرنا پڑتا تھا، پھر چھوٹے قرضوں کی فراہمی کا سلسلہ شروع ہوا، جس سے مائیکروفنائنس بینکنگ کا نظام وجود میں آیا۔ اور حال ہی میں مختلف کمرشل کمپنیوں اور اداروں کو چھوٹے قرضے فراہم کرنے کا لائسنس جاری ہونے کا سلسلہ شروع ہوا، جن میں موبائل فون کمپنیاں سرفہرست تھیں جو کہ موبائل فون اور انٹرنیٹ کی سہولیات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ قرضہ بھی فراہم کرنے لگیں۔ کچھ کمپنیاں چھوٹے قرضے مختلف عنوانات سے جاری کرتی ہیں، جن میں اسکول کی فیس، کاروبار کے لیے قرضہ، گاڑی کی خریداری کے لیے قرضہ اور کاشتکاری کے لیے قرضہ کی فراہمی تک شامل ہیں۔

چھوٹا قرضہ فراہم کرنے والی ایپلی کیشنز (لون ایپس) سے قرضے کی فراہمی اتنی آسان ہوگئی ہے کہ صرف چند گھنٹوں بلکہ بعض اوقات چند منٹ میں قرضے کا حصول ممکن ہے۔ چھوٹا قرضہ فراہم کرنے والی

یہ ایپلی کیشنز کبھی سود سے پاک مالیاتی خدمات فراہم کرنے کا دعویٰ کرتی ہیں تو کبھی تجارت کا عنوان، کبھی سیکورٹی اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان کا لائسنس دکھاتی ہیں تو کبھی شریعہ ایڈوائزر کا جاری کردہ فتویٰ، غرض عوام الناس کے سامنے مختلف طریقوں سے اپنی ایپلی کیشنز کی ترویج و اشاعت کرتی ہیں۔ بعض مرتبہ چھوٹا قرضہ فراہم کرنے والی یہ ایپلی کیشنز اسلامک فنانس کے عنوان سے اپنے آپ کو پیش کرتی ہیں۔ عوام الناس کو چونکہ شرعی معاملات کا اتنا گہرائی میں علم نہیں ہوتا، لہٰذا وہ سیکورٹی اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان کا لائسنس اور شریعہ ایڈوائزر کے جاری کردہ فتویٰ پر بھروسہ کرتے ہیں اور ان ایپلی کیشنز سے چھوٹا قرضہ لے لیتے ہیں۔ جب ان ایپلی کیشنز کا گہرائی میں جائزہ لیا گیا تو چشم کشا تفصیلات سامنے آئیں۔ ہم اپنے قارئین کے سامنے ان ہی میں سے ایک ایپلی کیشن کے کام کا طریقہ کار پیش کرتے ہیں۔

چھوٹا قرضہ فراہم کرنے والی ایک ایپلی کیشن کا طریقہ کار یہ ہے کہ اگر کسی کو دس ہزار ۱۰۰۰۰ روپے قرض درکار ہوں تو وہ اس ایپلی کیشن کے ذریعے قرض کی درخواست دے گا۔ یہ ایپلی کیشن صارف کے کوائف کی جانچ پڑتال کے بعد کچھ گھنٹوں کے اندر دس ہزار ۱۰۰۰۰ کی رقم فراہم کردے گی۔ اگر صارف نے قرضہ لیتے وقت ایک ماہ میں یہ رقم لوٹانے کا کہا ہے تو ایک ماہ بعد صارف کو بارہ ہزار دو سو پچاس ۱۲۲۵۰ روپے واپس کرنے ہوں گے (جبکہ پندرہ ۱۵ دن میں لوٹانے کی صورت میں گیارہ ہزار ایک سو پچیس ۱۱۱۲۵ روپے لوٹانا ہوں گے)۔ بارہ ہزار دو سو پچاس ۱۲۲۵۰ روپے جو صارف کو لوٹانے ہوں گے، اس میں اس ایپلی کیشن کا مقرر کردہ اے پی آر (APR - Annual Percentage Rate) جو کہ تقریباً دو سو تہتر ۲۷۳.۷۵ فیصد ہے، شامل ہے، جبکہ یہ کوئی فیس چارج نہیں کرتے، یعنی فیس صفر روپے ہے۔

اس قرضہ فراہم کرنے والی ایپلی کیشن کی ویب سائٹ پر مہیا کی گئی معلومات کے مطابق اس میں کوئی پروسیسنگ فیس شامل نہیں ہے، اور نفع کی شرح روزانہ اعشاریہ پچھتر فیصد ۰.۷۵٪ ہے جو کہ دو ہزار دو سو پچاس ۲۲۵۰ روپے بنتے ہیں۔ تاخیر سے ادائیگی کا خیراتی عطیہ پچھتر (۷۵) روپے ہے (مثال کے طور پر ایک دن کی تاخیر کے لیے پچھتر (۷۵) روپے کا خیراتی عطیہ ادا کرنا ہوگا، جو پرنسپل اور نفع میں شامل ہوگا اور یہ رقم چیریٹی صدقہ و فلاحی کاموں میں جائے گی)۔

اس قرضہ فراہم کرنے والی ایپلی کیشن کی ویب سائٹ پر درج ہے کہ یہ کمپنی سود سے پاک مالیاتی خدمات فراہم کرتی ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ یہ سود نہیں، بلکہ تجارت ہے۔ اس کا طریقہ کار انہوں نے یوں بیان کیا ہے کہ جب صارف کو دس ہزار ۱۰۰۰۰ روپے دیے جاتے ہیں، تو بنیادی طور پر سب سے پہلے وہ اپنے پارٹنر (ایک کموڈیٹی بیچنے والے) سے کموڈیٹی خریدتے ہیں دس ہزار روپے کی، پھر کموڈیٹی بیچنے والا اس کموڈیٹی کی ملکیت اس پارٹنر کو منتقل کردیتا ہے۔ اس کے بعد پارٹنر یہ کموڈیٹی (سامان) صارف کو بارہ ہزار دو سو پچاس

۱۲۲۵۰ روپے کی مؤخر ادائیگی (Deferred Payment) کی بنیاد پر فروخت کرتا ہے، جس میں قیمت مع نفع شامل ہے۔ اس کے بعد صارف یہ کموڈیٹی کیش قیمت پر یعنی مارکیٹ قیمت پر (دس ہزار روپے) میں کموڈیٹی خریدنے والے کو بیچ دیتا ہے۔ کموڈیٹی خریدنے والا کیش پیمنٹ دس ہزار روپے صارف کو دے دیتا ہے۔ اس طریقے سے صارف کو دس ہزار روپے کیش قرضہ مل جاتا ہے۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ صارف کو یہ سارا عمل نظر نہیں آرہا ہوتا، وہ تو بس موبائل ایپلی کیشن پر دس ہزار قرضہ کی درخواست دیتا ہے اور یہ سارا عمل پیچھے ہو رہا ہوتا ہے۔ پھر جب صارف کو قرضہ لوٹانا ہوتا ہے تو وہ بارہ ہزار دو سو پچاس ۱۲۲۵۰ روپے پارٹنر کو مستقبل کی تاریخ پر مؤخر ادائیگی کی مد میں ادا کرے گا۔ اس پر یہ پورا عمل انجام پاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ تمام عمل ایپلی کیشن خود انجام دیتی ہے، اور صارف دس ہزار ۱۰۰۰۰ روپے کی درخواست دے گا اور ایک ماہ بعد بارہ ہزار دو سو پچاس ۱۲۲۵۰ روپے واپس کرے گا۔ اس ایپلیکیشن کو سیکیورٹی اینڈ ایکسچینج کمیشن (SECP) نے منظور کیا ہے اور ان کے پاس شریعہ ایڈوائزر بھی ہیں۔

اس ایپلی کیشن کی ویب سائٹ پر ایک فتویٰ موجود ہے، جس میں تحریر ہے کہ ''یہ ایپلی کیشن مختلف ٹیلی کمیونیکیشن سروس پرووائیڈرز سے مخصوص ایئر ٹائم خریدتی ہے اور اسے اپنے ان صارفین کو فروخت کرتی ہے، اور یہ فروخت مؤخر ادائیگی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد صارفین کے پاس یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ ایئر ٹائم اپنے موبائل سم میں منتقل کریں یا ایک ایجنٹ مقرر کریں جو ایئر ٹائم اپنے کسٹمرز/ ریٹیلرز کو فروخت کرے اور فروخت کی کامیابی پر صارفین کو نقد رقم فراہم کرے۔ مالی نظم وضبط کو فروغ دینے اور بروقت قیمت کی ادائیگی میں تاخیر کو روکنے کے لیے یہ ایپلی کیشن صارفین کی اپنی مرضی کے مطابق چیریٹی جمع کرتی ہے اور اس کو صارفین کی جانب سے خیراتی مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہے۔

چونکہ یہ ایپلی کیشن ائیر ٹائم کا استعمال کرتی ہے، اس لیے ائیر ٹائم کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ائیر ٹائم کی تعریف یہ ہے کہ جتنی دیر موبائل فون پر صارف کال، میسج یا انٹرنیٹ استعمال کرتا ہے، اس کو ائیر ٹائم کہا جاتا ہے۔ ایئر ٹائم Airtime پیدا نہیں ہوتا، خرچ نہیں ہوتا، بلکہ انٹرنیٹ سروس مہیا کرنے والے یا موبائل فون کمپنیاں صرف اس بات کا حساب رکھتے ہیں کہ کس نے کتنا انٹرنیٹ ایئر ٹائم استعمال کیا، یا کال کی یا میسج کیے اور پھر اسی کے حساب سے اپنے اخراجات اور منافع کو ذہن میں رکھتے ہوئے صارفین سے فیس مختلف پیکجز کی صورت میں وصول کرتے ہیں۔

اس قرضہ فراہم کرنے والی ایپلی کیشن کے کام کا طریقہ کار اور تکنیکی تفصیلات مع چند سوالات پاکستان بھر کے مستند دارالافتاء اور مفتیانِ کرام کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ ہم پہلے وہ سوالات قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

سوال نمبر: ۱- کیا اس طریقے سے قرض لینا جائز ہے؟ اگر کسی نے ۱۰۰۰۰ روپے کا قرض لیا اور اسے ایک ماہ بعد ۱۲۲۵۰ روپے کی صورت میں واپس کر رہا ہے تو کیا یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

سوال نمبر: ۲- اس ایپلی کیشن کو استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں اگر ایک دن میں دس ہزار افراد الگ الگ ۱۰۰۰۰ روپے قرضے کی درخواست کرتے ہیں، تو اصل کموڈیٹی کے اعتبار سے جیسے گیہوں، چاول وغیرہ تو اُن کو رکھنا، ان کو بیچنا مشکل کام ہوگا، اس کمپنی نے بجائے ان حقیقی کموڈیٹی کے' ائیر ٹائم کو بطور کموڈیٹی اختیار کیا ہے۔ جب یہ کمپنی دس ہزار (۱۰۰۰۰) روپے کی کموڈیٹی (ایئر ٹائم) خرید رہی ہو اور پھر اسے صارفین کو بیچ رہی ہو، اور یہ قرض چند گھنٹوں میں فراہم کرر رہی ہو اور وقت کے ساتھ ساتھ صارفین کی تعداد بھی بڑھتی چلے جائے گی تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ شرعی طور پر مناسب ہے؟ کیا یہ عملی طور پر ممکن ہے؟

سوال نمبر: ۳- یہاں بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ ایک کمپنی قرض دینے کے نام پر فنائنسنگ کا عمل انجام دے رہی ہے۔ اگر یہ کمپنی انویسٹمنٹ یعنی سرمایہ کاری کے طور پر منافع دینے کا اعلان کرے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے، لیکن یہاں تو صارف قرض لے رہا ہے اور اسے زیادہ رقم واپس کرنی ہوتی ہے۔ عنوان بھی قرضے کا ہی ہے، اور لوگ قرضہ ہی لے رہے ہیں، لیکن اس کے پیچھے طریقہ کار فنائنس کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ کیا اس طرح کا عمل جائز ہے؟ کیا ایسا کرنا درست ہے؟

سوال نمبر: ۴- اور اس طرح جب بڑے پیمانے پر کمپنیاں قرضے کے نام پر فنائنسنگ کر رہی ہوں، پورے پاکستان میں یہ جو سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن (SECP) لائسنس جاری کر رہا ہے، یہ عملی طور پر رائج ہو چکا ہے اور لوگ قرضے لے رہے ہیں۔ کیا یہ اصولی طور پر صحیح ہے؟

سوال نمبر: ۵- جب ہم روزمرہ کی زندگی میں کسی سے قرضہ لیتے ہیں تو وہ بطور احسان ہمیں قرضہ دیتا ہے اور ہم اس کو کچھ عرصے بعد لوٹانے کا کہتے ہیں، ہم جب اس کو قرضہ لوٹائیں گے تو وہ مالیت وہی ہونی چاہیے جو اس نے قرضہ دیتے وقت دی تھی، ورنہ اضافہ سود کہلائے گا۔ اب اس طریقہ کے بجائے کوئی شخص قرضہ فراہم کرے اور اس کمپنی کا حیلہ اختیار کرلے، تو کیا اس طرح کرنا جائز ہوگا؟

سوال نمبر: ۶- کیا ائیر ٹائم کو بطور کموڈیٹی خرید وفروخت کرنا جائز ہے؟ اور اس کمپنی کا اسے بطور کموڈیٹی قرضہ کے حیلہ کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے؟

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات پاکستان بھر کے جن مستند دارالافتاؤں سے موصول ہوئے، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: دارالافتاء جامعہ دارالعلوم الصفہ کراچی، دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان، دارالافتاء جامعۃ الحسنین فیصل آباد، دارالافتاء جامعہ دارالعلوم رحمانیہ کراچی، دارالافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور، دارالافتاء والتحقیق جامع مسجد ابوبکر صدیق کراچی اور دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی شامل ہیں۔

پاکستان بھر کے یہ تمام مستند مدارسِ دینیہ، جید مفتیانِ کرام اور دارالافتاء چھوٹا قرضہ فراہم کرنے والی اس اپیلی کیشن سے متعلق متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ اس اپیلی کیشن سے قرضہ لینا جائز نہیں اور یہ سود ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے۔ اب ہم قارئین کی سہولت کے لیے ان تمام مستند دارالافتاؤں کے جوابات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

’’دس ہزار قرض لینا اور ایک مہینہ بعد بارہ ہزار دو سو پچاس واپس کرنا، قرض پر نفع کا لین دین ہے، جو کہ سود ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز وحرام ہے۔‘‘

’’کمپنی کا ایئر ٹائم کی بطورِ کموڈیٹی خرید وفروخت چوں کہ قرض پر نفع لینے کا ایک حیلہ ہے، جسے اختیار کرنا شرعاً جائز نہیں؛ کیوں کہ اس کا مقصد قرض پر نفع لینا ہے، جو کہ سود ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے۔‘‘

’’قرض دے کر اس پر اضافی نفع لینا اور اس کو فائنانسنگ کا نام دینا قطعاً درست نہیں۔‘‘

’’شریعت میں تجارت کی جائز ایسی کوئی صورت نہیں ہے کہ قرضہ دے کر از خود مقروض کو خریدار اور پھر بائع شمار کرکے اضافی رقم کو نفع تصور کیا جائے۔‘‘

’’اس اپیلی کیشن کے پیچھے پارٹنر کا کموڈیٹی کی خرید وفروخت کرنا ایک فرضی صورت ہے اور مقروض کو دھوکہ دینا بھی ہے۔‘‘

’’اس کے علاوہ ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے بطور جرمانہ جو خیراتی عطیہ پچھتر روپے فی یومیہ وصول کیا جاتا ہے، یہ بھی ناجائز ہے کہ یہاں قرض کے ساتھ تاخیر کی وجہ سے خیراتی عطیہ دوسری شرط ہے۔ اس طرح مشروط خیراتی عطیہ جبراً لینا جائز نہیں۔‘‘

’’یہ بیع عینہ ہے جو کہ سود کا حیلہ اور ناجائز ہے۔ اس عمل کو فائنانسنگ کا نام اس لیے دیا جارہا ہے، کیوں کہ اس میں بیع عینہ کو اختیار کیا گیا ہے جو کہ سودی نفع حاصل کرنے کا تجارتی طریقہ ہے۔‘‘

’’یہ محض زبانی کلامی ایک دعویٰ اور دھوکہ کے سوا کچھ نہیں، اس لیے کہ ’’ایئر ٹائم‘‘ موبائل کمپنیاں فراہم تو کرتی ہیں، واپس خریدتی نہیں ہیں، مثلاً اگر موبائل فون میں سو روپے کا ایزی لوڈ کروایا جائے تو ٹیکس وغیرہ کی کٹوتی کے بعد وہ کم وبیش نوے روپے میسر ہوتا ہے، پھر اس نوے روپے کو کسی جگہ کیش نہیں کرایا جاسکتا کہ کمپنی موبائل بیلنس کی شکل میں نوے روپے واپس لے کر اس کے بدلے نقد رقم دے دے، البتہ اپنے کسی عزیز دوست کو یہ بیلینس شیئر کرکے اس سے نقد رقم وصول کی جاسکتی ہے، لیکن اس میں بھی کٹوتی ہوجاتی ہے۔ اس طرح بیلنس کے خریدار ناپید ہیں، لہٰذا ایئر ٹائم فراہم کرنے اور پھر اس کو مارکیٹ میں بیچنے کا دعویٰ محض زبانی کلامی بات ہے، حقیقت یہی ہے کہ کمپنی اکاؤنٹ میں رقم ہی فراہم کرتی ہے۔ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ کمپنی دس ہزار روپے قرض نہیں دیتی بلکہ دس ہزار روپے کا ’’ایئر ٹائم‘‘ ہی دیتی ہے اور مستقرض یہ ’’ایئر ٹائم‘‘ اسی کمپنی کو ہی دے کر ان سے رقم وصول کرلیتا ہے تو یہ بیع عینہ کی وہ صورت ہے جس کے مکروہِ

تحریمی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ سودخوروں کی ایجاد کردہ بیع ہے۔‘‘

پاکستانی معاشرے میں چھوٹا قرضہ فراہم کرنے والی ایپلی کیشن کو رائج کیا گیا ہے، اس کو استحکام دینے کے لیے مختلف عنوانات دیے گئے، مگر جب پاکستان بھر کے مستند دارالافتاؤں سے پوچھا گیا تو انہوں نے اس ایپلی کیشن سے قرضہ لینے کو سود قرار دے کر ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ متعلقہ ادارے اور صاحبانِ علم ان تمام گزارشات پر غور فرمائیں گے۔ نیز ہم عوام الناس سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ کوئی بھی معاملہ انجام دینے سے پہلے پاکستان کے مستند دارالافتاؤں سے رجوع کریں، تاکہ وہ غیر شرعی معاملات سے بچ سکیں۔

آخر میں ہم قارئین کی خدمت میں اکابرینِ اُمت کے قرض سے متعلق ارشادات پیش کرتے ہیں۔ قرض (دَین) سے متعلق شریعت کے واضح احکامات موجود ہیں، جن کا خلاصہ حضرت مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب دامت برکاتہم اپنے مضمون ’’سود اور اس کے متعلقہ مباحث، پہلی قسط، جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ، مئی ۲۰۱۴ء، ماہنامہ بینات‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

- ’’قرض ایک معاوضاتی معاملے کے بجائے ایک تبرعاتی معاملہ ہے، جس میں عبادت کا پہلو غالب ہے۔
- قرض دینا صدقہ کرنے سے بھی بڑھ کر عبادت قرار دیا گیا ہے۔
- قرض لینا حاجت پر مبنی ہے، یعنی قرض ضرورتِ شدیدہ کی بنا پر ہی لیا جانا چاہیے۔
- قرض لے کر لوٹانا حقوق العباد میں سے ایک بہت اہم حق ہے، حتیٰ کہ ایک موقع پر اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے شخص پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھانے سے بھی انکار فرمادیا۔ اور قرض کی ادائیگی کے باوجود ادائیگی کی استطاعت رکھنے کے ٹال مٹول کرنے کو ظلم فرمایا گیا ہے، جو کہ قیامت میدانِ حشر میں اندھیریوں کا سبب ہوگا۔‘‘

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ’’سود پر تاریخی فیصلہ‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’موجودہ سیکولر سرمایہ داری نظام اور اسلامی اُصولوں کے درمیان ایک اور بنیادی فرق یہ ہے کہ سرمایہ داری نظام میں قرضوں کا مقصد صرف تجارتی ہوتا ہے، تاکہ قرضوں کے ذریعے قرض دینے والے ایک متعین نفع کما سکیں۔ اس کے برخلاف اسلام قرضوں کو نفع کمانے کا ذریعہ قرار نہیں دیتا، اس کے بجائے ان کا مقصد یا تو انسانیت کی بنیاد پر دُوسروں کی مدد کرکے ثواب کمانا ہوتا ہے یا پھر کسی محفوظ ہاتھ میں اپنی رقم کو محفوظ کرنا ہوتا ہے۔ جہاں تک سرمایہ کاری کا تعلق ہے، اسلام میں اس کے لیے دُوسرے طریقے ہیں، مثلاً شرکت وغیرہ، لہٰذا قرضوں کے عقد کے ذریعے نفع اندوزی نہیں کی جاسکتی۔‘‘

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

عربی زبان وادب کے اصولِ تدریس وضوابط

مولانا ارشاد احمد سالارزئی
استاذِ جامعہ

تأثرات، گزارشات (چوتھی قسط)

عربی ادب میں مقامہ نگاری اور اس کا تعارف

ہر قوم کی ایک ادبی تاریخ ہوتی ہے، اور ایک سیاسی واجتماعی تاریخ، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ دونوں تاریخیں ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں تو بے جا نہ ہوگا؛ کیوں کہ ادبی تاریخ کا ظہور اور فکر وتخیلات پہلے وجود میں آتی ہیں، اس کے نتیجے میں سیاسی، اجتماعی اور انقلابی تاریخ ظہور پذیر ہوتی ہے۔

فنِ ''مقامۃ'' عربی ادب کی ایک عمدہ اور قدیم تخلیقی، فنی اور پیچیدہ صنف ہے، جس نے ادبی فنکاروں اور زبان دانوں کو ہمیشہ متأثر کیا ہے۔ اس میں زبان کی چابک دستی، خیال کی ندرت، اور انسانی نفسیات کی گہرائی کو انتہائی خوبصورتی سے پیش کیا جاتا ہے۔ عربی ادبیات میں مقامہ نگاری نے نثر کو وہ مقام دیا جو عام طور پر شاعری کو حاصل تھا۔ اس کی ابتدا چوتھی صدی ہجری میں ہوئی، اور ہر دور کے اندر اس فن میں بہت سے نامور اُدباء نے اپنے عمدہ جوہر دکھائے، چنانچہ ذیل کی سطور میں ''مقامۃ'' کے لغوی، تحقیقی اور تاریخی پہلوؤں کو اُجاگر کیا جائے گا۔

''مقامۃ'' کی لغوی تحقیق

لفظِ ''مقامۃ'' اسمِ ظرف ہے، اہلِ لغت کے ہاں اس کا استعمال کئی معانی میں ہوتا ہے، ان میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

❶- کھڑے ہونے کی جگہ، پھر اس میں وسعت پیدا ہوئی، حتیٰ کہ مجلس ومکان کے لیے استعمال ہونے لگا۔

❷- مجلس اور جگہ، اس معنی میں اس کا استعمال بکثرت پایا جاتا ہے، پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے

اہلِ مجلس پر بولا جانے لگا، جیسے کہ اہلِ مجلس کو مجلس کہتے ہیں۔

❸- وعظ ونصیحت کا معنی بھی مستعمل ہے، جیسے: مقامات الخطباء (خطباء کی نصائح)، مقامات القُصَّاص (قصہ گوئیوں کی نصائح)، مقامات الزُّھاد (زاہدوں کی نصائح) اسی پر ایک کتاب ہے جس کا نام: ''مقامات العلماء بين يدي الأمراء والخلفاء'' ہے، جو علماء کی ان نصائح ومواعظ پر مشتمل ہے جو انہوں نے امراء وسلاطین کی مجالس میں مختلف مواقع پر بیان فرمائی تھیں۔

❹- ''مقامة'' ایک خاص ادبی صنف، کہانی، لطیفہ، چٹکلہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، جس کی عبارت مقفّٰی اور مسجّع ہوتی ہے، جیسا کہ عنقریب اس کا تفصیلی تذکرہ اگلی سطور میں آرہا ہے، اور یہاں یہی چوتھا معنی مراد ہے۔

''مقامة'' کا تحقیقی تعارف

''مقامة'' میں عموماً مؤلف اپنی باتوں کی نسبت کسی اور کی طرف کرتے ہیں، گویا ساری باتیں وہ بیان کررہے ہوتے ہیں، اور وہی بنیادی کردار ہوتے ہیں، پھر ان باتوں کو نقل کرنے والا کوئی اور ہوتا ہے، جسے راوی کہا جاتا ہے، جبکہ یہ دونوں حضرات حقیقت میں فرضی نام ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد حسن زیات ''مقامة'' پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مقامة'' ایک مختصر اور خوبصورت اُسلوب پر مشتمل حکایت کو کہتے ہیں جو نصیحت یا چٹ پٹی باتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔'' ... آگے لکھتے ہیں: ''یہی وہ زمانہ تھا جس میں ادب اور انشاء پردازی عروج پر تھی، اس فن میں بدیع الزمان نے ایسی عمدگی اور جدت پیدا کی کہ اسے اس فن کا امام تصور کیا جانے لگا۔''

ڈاکٹر شوقی ضیف لکھتے ہیں:

> ''مقامة'' عربی ادب میں ایک منفرد صنف ہے جس میں نثر اور بعض اوقات شعر کا امتزاج ہوتا ہے، اور اسے مکالماتی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔''

''مقامة'' کا بنیادی مقصد ادبی اور لسانی مہارت کا اظہار تھا، جس میں فصیح اور بلیغ زبان استعمال کی جاتی تھی۔ یہ ایک ادبی کھیل یا چالاکی کا اظہار بھی تھا، جہاں کہانی کا مرکزی کردار، عام طور پر ایک چالاک شخص اپنے مقاصد حاصل کرتا ہے۔

''مقامة'' کی ساخت پر بات کرتے ہوئے شوقی ضیف لکھتے ہیں:

> ''مقامة'' میں اکثر ایک کہانی سنانے والا (راوی) اور ایک چالاک، ذہین کردار (عام طور پر ابوالفتح الاسکندری اور حارث بن ہمام جیسے کردار) شامل ہوتے ہیں۔ یہ کردار مختلف شہروں میں

گھومتے ہیں اور اپنے فن یا چالاکی سے لوگوں کو متاثر کرتے ہیں۔‘‘

علاوہ ازیں اس میں نہ صرف ادبی خوبصورتی اور لسانی مہارت دکھائی جاتی ہے، بلکہ اس میں سماجی و اخلاقی مسائل پر طنز و مزاح بھی ہوتا ہے۔ ان مقامات میں کرداروں کے مکالمات کے ذریعے مختلف معاشرتی مسائل کو اُجاگر کیا جاتا ہے۔ عباسی دور کے بعد اس صنف کی مقبولیت میں کمی واقع ہوئی، لیکن اس کا اثر بعد کے ادبی دور میں بھی نظر آتا ہے۔

یہ فن عباسی دور میں ظہور پذیر ہوا۔ عباسی دور کے دو مراحل ہیں: پہلا مرحلہ: ۷۵۰ عیسوی (۱۳۲ھ) سے ۸۱۳ عیسوی مطابق (۱۹۸ھ) تک ہے۔ اس کے بعد عباسی دور کا دوسرا مرحلہ: ۸۱۳ عیسوی (۱۹۸ھ) سے ۱۲۵۸ عیسوی (۶۵۶ھ) تک ہے۔ اس کا عرصہ تقریباً ۵۲۴ سال پر محیط رہا۔ عمومی طور پر دونوں ادوار میں علمی و ادبی ترقی ہوئی، جب کہ فنِ ’’مقامة‘‘ دوسرے عباسی دور کا خاصہ رہا ہے۔

’’مقامة‘‘ کا واضع اور اس کی ابتدا

اس سلسلے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں کہ ’’مقامة‘‘ کب سے شروع ہوا اور اس کی بنیاد کس نے ڈالی؟

۱- چنانچہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مقامہ نویسی کی ابتدا بنی عباس کے زمانے کے وسط میں ہوئی، کہتے ہیں کہ مقامہ نگاری کی ابتدا ابن فارس نے کی ہے، پھر ان کی تقلید میں ان کے شاگرد بدیع الزمان ہمذانی نے گداگری اور دیگر موضوعات پر چار سو مقامات املا کروائے، جو اتنے عمدہ اور دلچسپ تھے کہ ان کی وجہ سے وہ اس فن کے امام بن گئے، لیکن اس کے مقامات میں سے صرف ۵۳ مقامات مل سکے ہیں، بعد ازاں علامہ حریری نے پچاس مقامے لکھے، جن میں بدیع الزمان ہمذانی کی پیروی کی، ان بلند پایہ ادیبوں کے بعد بہت سے اِنشا پردازوں نے مقامہ نگاری کو اپنا موضوع بنایا، لیکن وہ ان دونوں کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔

۲- مؤرخین اور ادباء اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے مقامات لکھنے والے علامہ بدیع الزمان ہیں، علامہ حریری نے بھی اپنی مقامات کے مقدمہ میں ان کو مقامہ کا واضع اول قرار دیا ہے۔

۳- زکی مبارک کی رائے یہ ہے کہ مقامہ کا سب سے پہلے واضع تیسری صدی کے ماہرِ لغت عالم ابن درید (۲۲۳ھ-۳۲۱ھ) ہیں، جب کہ نامور ادیب علامہ مصطفیٰ صادق الرافعی نے اس نظریہ کی تردید کی ہے۔

بعض لوگوں نے دونوں کی رائے میں تطبیق دی ہے کہ زکی مبارک نے جن عبارات سے استدلال کیا ہے، اگر ان عبارات سے ان کا مقصد یہ ہو کہ بدیع الزماں نے ابن درید کے اسلوب سے استفادہ کیا ہے تو یہ درست ہے، چنانچہ مقاماتِ ہمذانی میں اس کے کئی قرائن موجود ہیں، اور اگر زکی کا مقصد یہ ہے کہ اس فن کا مؤسس اور بانی ابن درید ہے تو یہ غلط ہے اور رافعی کا نظریہ درست ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فن مقامہ کے واضع اول علامہ بدیع الزمان ہیں، لیکن انہوں نے ابن درید کے

طریق کار اور اسلوب سے استفادہ کیا ہے، اور علامہ حریری نے ان کے طرز پر اپنی کتاب مقاماتِ حریری ترتیب دی ہے، ان کے بعد کئی لوگوں نے ان کی پیروی کی۔

مقامہ نگاری کے مقاصد

اس سلسلہ میں اُدباء کا مرکزی نکتہ اور بنیادی غرض اپنی ادبی صلاحیتوں کا اظہار اور مضامین میں جدت اور تنوُّع پیش کرنا ہے، اگر اس کے ساتھ ساتھ مختلف اُدباء کے مقامات مختلف موضوعات کا فائدہ بھی دیتے ہیں، مثلاً:

①- علامہ حریری کی غرض جمعِ لغات رہی ہے، اور یقیناً حریری اس میں کامیاب رہے ہیں۔

②- ابن جوزی اور زمخشری نے وعظ و نصیحت اور اخلاق کو موضوع بنا کر مقامات پیش کیے۔

③- محض اپنی مہارت اور تفوُّق جتلانا، اکثر اُدباء نے اسی غرض سے مقامات تالیف کیے۔ ان میں مشہور ترین مؤلف ناصیف یازجی نصرانی ہے۔

④- علوم کو معمات اور چٹکلوں میں پیش کرنا، چنانچہ بہت سے اُدباء نے لغوی، حرفی، نحوی، فقہی مباحث کو لطائف ومعمات میں پیش کیا ہے، جیسے علامہ زمخشری، عائض قرنی، وغیرہ۔

⑤- جانوروں کی زبانی بحث واعتراض، جدل ومناقشہ کے نئے نئے طریقے پیش کرنا، ابن الوردی اور ابن الحبیب کی مقامات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

⑥- نقد ومعارضہ کرنا، اُدباء کی ایک جماعت نے اپنے پیش رو اُدباء پر نقد وجرح اور معارضہ کرنے کے لیے بھی فنِ مقامہ کا انتخاب کیا، چنانچہ علامہ آلوسیؒ نے زمخشری، شیخ عثمان نے حریری کے معارضہ ومقابلہ میں مقامات لکھے۔ ایسے ہی سیوطیؒ نے اپنے معاصر اہل علم پر نقد کو اپنے مقامات کا موضوع بنایا ہے۔

مقامات نامی چند کتابیں

علامہ بدیع الزمان ہمذانی نے جب اپنے مقامات تحریر کیے اور حریری نے اس فن کے ستون مضبوط کیے تو اس کے بعد کئی لوگوں نے اس فن میں اپنی تحریریں شامل کرنے کی کوشش کی، لیکن کسی بھی مصنف کو ایسا نیا اضافہ کرنے میں کامیابی نہ مل سکی جو ہمذانی اور حریری کی تحریروں کا مقابلہ کرسکے، چنانچہ حریری اور ہمذانی کے بعد مقامات لکھنے والے اُدباء کی ایک لمبی فہرست ہے، ان کے بعد کئی اُدباء نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

❶- مقاماتِ ہمذانی: یہ علامہ بدیع الزمان ہمذانی (۳۵۸-۳۹۸ھ) کی ہے، جس نے سب سے پہلے مقامات تصنیف کیے۔ ان کے تحریر کردہ مقاموں کی تعداد چار سو ہے، جن میں صرف ۵۳ مقامے

مطبوع اور دستیاب ہیں، اس میں ابوالفتح اسکندری کی طرف نسبت کی گئی ہے، جبکہ راوی ابن ہشام ہے۔

❷- مقاماتِ حریری: یہ علامہ ابومحمد قاسم بن علی محمد البصری حریری (متوفی: ۵۱۶ھ/ ۱۱۲۲ء) کی ہے، ان مقامات کی کل تعداد پچاس ہے، جن میں دس مقامے درسِ نظامی میں شامل ہیں؛ اسی وجہ سے رائج نسخے دس مقاموں پر مشتمل ہیں، علامہ حریری نے کم وبیش ۹ سال اس پر محنت کرنے کے بعد ۵۰۴ھ میں اسے مکمل کیا۔

❸- مقاماتِ سرقسطی: یہ علامہ السرقسطی ابن الاشترکوفی (متوفی: ۳۵۸ھ/ ۹۶۸ء) یہ پچاس مقامات پر مشتمل ہے، اس میں منذر بن حمام کی زبانی سائب بن تمام کا واقعہ بیان کیا ہے۔

❹- مقاماتِ زمخشری: یہ علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد جار اللہ زمخشری (متوفی: ۵۳۸ھ/ ۱۱۴۳ء) کی ہے۔

❺- مقاماتِ اعظم رازی: یہ علامہ احمد بن محمد رازی کی مقامات ہے، یہ علامہ اعظم رازی کے نام سے مشہور تھے، جس کے مقاموں کی تعداد ۱۲ ہے۔ ان مقامات کا راوی القعقاع بن زنباع ہے۔ اعظم رازی اس کی تحریر وتالیف سے ۶۳۰ھ میں فارغ ہوئے۔

❻- المقامات المسيحية: یہ علامہ ابوالعباس یحییٰ بن سعید ابن ماری نصرانی بطری الطبیب (متوفی: ۵۸۶ھ/ ۱۱۹۰ء) کی ہے۔

❼- المقامات الزينية: یہ علامہ زین الدین بن صیقل الجزری (متوفی: ۷۰۱ھ/ ۱۳۰۱ء) کی ہے، مقامات کی تعداد پچاس ہے، اس کی نسبت ابونصر مصری کی طرف ہے، اور راوی قاسم بن جریان دمشقی ہیں۔

❽- مقاماتِ سیوطی: یہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی: ۹۱۱ھ/ ۱۵۰۵ء) کی ہے۔ جلال الدین سیوطیؒ (جونویں صدی ہجری کے مشہور علماء میں سے ہیں) نے بھی اپنی بعض تحریروں کو ''مقامہ'' کا عنوان دیا ہے، مگر انہوں نے اس کی ساخت اور انداز پر زیادہ توجہ نہیں دی، بلکہ موضوع اور معانی پر زیادہ زور دیا۔

احمد شوقی نے درست لکھا ہے کہ حریری کے بعد انہی کی مقامات اہلِ ادب کے لیے قبلہ وکعبہ بن گئی۔

یہ ''مشتے از خروارے'' کے طور پر مشہور مقامات کے نام ذکر کیے گیے ہیں، کچھ تو وہ حضرات ہیں جنہوں نے مقامات کے نام سے مستقل تالیف کی، تاہم کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے ایک یا دو مقامے تحریر کیے ہیں۔ اکثر مقامات مرورِ زمانہ کی وجہ سے ناپید ہوچکی ہیں۔ ان کے علاوہ ان علماء کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے مقامات تحریر کیے ہیں، جن کے نام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ (جاری ہے)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

مولانا حامد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی مظلومانہ شہادت

محمد اعجاز مصطفیٰ

جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نائب مہتمم، جمعیت علمائے اسلام (س) کے امیر، حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے لختِ جگر، ہزاروں طلباء کے استاذ حضرت مولانا حامد الحق حقانیؒ کو اس وقت خودکش حملہ آور کے ذریعہ شہید کیا گیا جب کہ وہ جمعہ کی نماز کے بعد مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے، إنا للہ وانا الیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہ ما أعطیٰ وکل شيئ عندہٗ بأجل مسمّٰی. اس خودکش حملے میں حضرت مولانا حامد الحق رحمۃ اللہ علیہ سمیت آٹھ افراد شہید اور بیس سے زائد زخمی ہوئے۔

اخبارات کے مطابق خیبر پختونخوا کے علاقے نوشہرہ میں جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی جامع مسجد میں خودکش دھماکا، جمعیت علمائے اسلام (س) کے سربراہ اور مدرسہ حقانیہ کے نائب مہتمم مولانا حامد الحق سمیت ۸ ؍افراد شہید اور ۲۰ سے زائد زخمی ہوگئے، مولانا مسجد کے مخصوص گیٹ سے اپنے گھر جا رہے تھے، خودکش بمباران سے گلے ملا اور خود کو دھماکے سے اُڑا دیا، حملہ ٹارگیٹڈ تھا جس کا نشانہ مولانا حامد الحق تھے، زخمیوں میں مولانا کے صاحبزادے مولانا عبد الحق ثانی بھی شامل ہیں جنہیں اسپتال سے فارغ کردیا گیا، دھماکے سے پورا علاقہ سوگوار ہوگیا، جبکہ خوش کش بمبار کا سر مل گیا ہے، جس کے نمونے ڈی این اے ٹیسٹ کے لیے روانہ کردیے گئے۔ وزیر اعظم شہباز شریف، وزیر داخلہ محسن نقوی اور سیاسی و مذہبی رہنماؤں نے دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں دھماکے کی شدید مذمت کی ہے۔ وزیر اعظم شہباز شریف نے زخمیوں کی صحت یابی کی دعا اور زخمیوں کو ہر ممکن طبی امداد فراہم کرنے کی ہدایت کی۔ ان کا کہنا تھا کہ بزدلانہ اور مذموم دہشت گردی کی کارروائیاں دہشت گردی کے خلاف عزم کو پست نہیں کرسکتیں، ملک سے ہر قسم کی دہشت گردی کے مکمل خاتمے کے لیے پرعزم ہیں۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا علی امین گنڈاپور نے اکوڑہ خٹک دھماکے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے نوشہرہ اور پشاور کے اسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ کرنے کی ہدایت کردی۔ انہوں نے دھماکے کے زخمیوں کو فوری طبی امداد دینے کے لیے عملہ الرٹ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ گورنر خیبر پختونخوا

فیصل کریم کنڈی نے بھی نوشہرہ میں مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں دھماکے پر اظہارِ مذمت کرتے ہوئے اعلیٰ حکام سے واقعے کی رپورٹ طلب کرلی۔ ان کا کہنا تھا کہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک دھماکا اسلام اور پاکستان دشمن قوتوں کی سازش ہے، صوبائی حکومت کی نااہلی اور ملی بھگت کا خمیازہ نہ جانے کب تک صوبہ بھگتے گا۔ جے یو آئی (ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے مولانا حامدالحق کی شہادت سمیت دارالعلوم حقانیہ پر دھماکے کی شدید مذمت کی ہے، انہوں نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ اور مولانا حامدالحق پر حملہ میرے گھر اور مدرسے پر حملہ ہے۔ ظالموں نے انسانیت، مسجد، مدرسے، جمعے کے مبارک دن اور ماہِ رمضان کی آمد کی حرمت کو پامال کیا ہے۔ مولانا حامدالحق ایک جید عالم دین تھے، اسلام کے لیے ان کی بے پناہ خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

حضرت مولانا حامدالحق حقانی ۲۶ رمئی ۱۹۶۸ء میں پیدا ہوئے، تعلیم وتعلم کی تکمیل اکوڑہ خٹک ہی میں ہوئی، ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۷ء تک قومی اسمبلی کے ممبر رہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شہادت کے بعد ان کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا نائب مہتمم اور جمعیت علمائے اسلام (س) کا امیر مقرر کیا گیا۔ شہادت کے اگلے ہی روز ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جس میں ملک بھر کے علماء، طلبہ، معززین اور عوام الناس کی ایک کثیر تعداد شریک ہوئی، نمازِ جنازہ کے بعد ان کے والد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے پہلو میں ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، نائب رئیس حضرت مولانا سید احمد یوسف بنوری، ناظم تعلیمات حضرت مولانا مفتی امداداللہ یوسف زئی، جامعہ کے تمام اساتذہ اور ادارہ بینات مولانا حامدالحق حقانیؒ کی مظلومانہ شہادت میں ان کے لواحقین کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی شہادت کو قبول فرمائے، تمام شہداء کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، زخمیوں کو جلد صحت یابی نصیب فرمائے۔ لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق اور اس صدمہ کو برداشت کرنے کی ہمت اور حوصلہ نصیب فرمائے، آمین۔ ادارہ بینات کے قارئین سے شہداء کے رفع درجات اور زخمیوں کی جلد صحت یابی کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

مولانا حافظ حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ

۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۹ر مارچ ۲۰۲۵ء بروز بدھ عشاء کے قریب جمعیت علمائے اسلام کے سینئر راہنما اور سابق سینیٹر مولانا حافظ حسین احمدؒ راہی عالمِ آخرت ہوگئے، إنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہٗ ما أعطیٰ وکلّ شيء عندہٗ بأجل مسمّی!

حافظ حسین احمدؒ نے حضرت مولانا عرض محمدؒ مہتمم وبانی جامعہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ وخلیفہ مجاز امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کے ہاں کوئٹہ میں ۱۹۵۱ء میں آنکھ کھولی۔ آپ نے حفظِ

قرآن مجید، ابتدائی دینی تعلیم اور اسکول کی تعلیم بھی کوئٹہ میں حاصل کی۔ آپ کے والد گرامی مولانا عرض محمد صاحبؒ جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی اکابر میں سے تھے۔ حافظ صاحب دورانِ طالب علمی جمعیت طلبۂ اسلام میں متحرک رہے۔ ۱۹۷۳ء میں جمعیت علمائے اسلام کی رکنیت اختیار کی اور پہلی بار صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے، دو بار قومی اسمبلی اور ایک بار سینیٹ آف پاکستان کے رکن منتخب ہوئے۔ حافظ حسین احمدؒ جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی عہدوں پر عرصہ تک سرفراز رہے۔ جب تک صحت رہی، آپ جمعیت کے مرکزی سیکریٹری اطلاعات رہے اور بڑا فعال کردار ادا کیا۔ بسا اوقات مشکل سے مشکل بات کو پارلیمنٹ، پبلک جلسوں یا پریس کے سامنے آپ برجستہ جملوں اور بذلہ سنجی سے اتنے آسان پیرایہ میں بیان کر دیتے تھے کہ جو سنتا وہ عش عش کر اُٹھتا اور پھر مدتوں اس کو دہرا کر عوام وخواص لطف اندوز ہوتے رہتے۔ پارلیمان کے جس ایوان میں بھی آپ ہوتے، وہاں آپ کی وجہ سے رونق لگی رہتی۔ تلخ سیاسی حقائق کو شگفتہ انداز میں بیان کرنا آپ کا خاصّہ تھا۔

ملک کی مرکزی سیاسی قیادت میں آپ کا شمار رہا۔ بہت فعال اور متحرک سیاسی و دینی راہنما تھے۔ حافظ صاحبؒ کی زندگی میں جماعتی حوالے سے کچھ اُتار چڑھاؤ بھی آیا، لیکن بالآخر اپنی جماعت جمعیت علمائے اسلام کے علمبردار کے طور پر آگے بڑھتے نظر آئے۔ کچھ عرصے سے شوگر اور گردوں کی خرابی کے عارضے میں مبتلا تھے۔ تمام تر پریشان کن صورتِ حال کے باوجود انہوں نے ہمت نہیں ہاری۔ بلند حوصلہ کے ساتھ مرکزی پروگراموں میں تشریف لاتے، جماعتی رفقاء سے رابطے میں رہتے اور ان کا حوصلہ بڑھاتے۔ آپؒ کی وفات سے پاکستان کی سیاسی تاریخ کا ایک حسین شگفتہ باب بند ہوگیا۔ حق تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے، آمین!

مولانا محمد نواز سیال رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان کے بانی وشیخ الحدیث، سابق استاذ دار العلوم کبیر والا و جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا و مسترشد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرّہٗ، عالم ربانی حضرت مولانا محمد نواز سیالؒ ۳ رشوال المکرم ۱۴۴۶ھ مطابق ۳ را پریل ۲۰۲۵ھ فجر کی اذان کے قریب انتقال فرما گئے۔ إنّا للّٰہ وإنّا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطیٰ وکلّ شيء عندہٗ بأجل مسمّٰی!

آپؒ کے والد گرامی جناب میاں محمد فاضل قصبہ مدال تحصیل کبیر والا سیال برادری کے زمیندار تھے، جن کے گھر ۱۹۵۰ء میں آپؒ نے آنکھ کھولی۔ گھر کے قریب چونی پور میں حفظ وناظرہ کی تعلیم مکمل کی۔ درجہ فارسی ٹھل نجیب میں پڑھا، ۱۹۶۶ء میں دار العلوم کبیر والا میں درجہ اولیٰ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۷۲ء میں دورۂ حدیث پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ جامعہ عثمانیہ شورکوٹ، جامعہ حسینیہ شہداد پور سندھ، چونی پور کبیر والا میں ایک ایک سال پڑھایا، تین سال دار العلوم محمدیہ اٹھارہ ہزاری ضلع جھنگ میں بھی پڑھایا۔ ۱۹۷۸ء میں اپنی مادر علمی دار العلوم

کبیر والا میں آٹھ سال تسلسل کے ساتھ مسندِ تدریس کو رونق بخشی۔ ۱۹۸۶ء سے آپ اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی خواہش پر باب العلوم کہروڑپکا تشریف لائے اور ۱۹۹۶ء تک یہاں تشنگانِ علم کو سیراب کیا۔ کبیر والا کے دورِ تدریس میں ’’صادق آباد مل‘‘ ملتان میں خطبۂ جمعہ کا آغاز کیا۔ مل کے قریب جناب فقیر محمدؒ نے ۱۹۸۲ء میں ایک ایکڑ زمین مدرسہ کے لیے عطیہ کی تو آپؒ نے جامعہ قادریہ حنفیہ کی بنیاد ڈالی۔ اِس وقت ۳۲ کنال کے رقبہ پر جامعہ قائم ہے۔ ۱۹۹۶ء میں آپ نے جامعہ میں اپنی تدریس کا آغاز کیا۔ ۲۰۰۴ء سے دورۂ حدیث شریف شروع ہوا۔ اس وقت تک دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کرنے والے علماء کی تعداد سات صد کے لگ بھگ ہے۔ حفظ وناظرہ وتجوید کی تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہوگی۔

مولانا محمد نوازؒ نے بلند نسبتوں کی حامل علمی وروحانی شخصیت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ سے دورہ تفسیر پڑھا اور بیعت کی نسبت سے بھی سرفراز ہوئے۔ حضرت بہلویؒ کے جانشین مولانا عبدالحیٔ بہلویؒ سے آپ کو خلافت ملی۔ مولانا محمد نواز بیک وقت جہاں متبحر عالمِ دین، تدریس کے ماہر، اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے، وہاں وہ تصوف وسلوک کے بھی نامی گرامی شیخِ وقت تھے۔

مولانا محمد نواز سیالؒ کم گو، مگر زیرک اور معاملہ فہم اصحابِ رائے علمائے کرام میں شامل تھے۔ آپ امانت ودیانت، تقویٰ واخلاص کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ آپ کے وجود سے علم وعمل کا وقار قائم تھا۔ آپ اسلاف کی اعلیٰ روایات کے علم بردار تھے۔ آپ ایک متحرک دینی رہنما تھے۔ تمام فتن کے خلاف ہمیشہ نبرد آزما رہے۔

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کے شاگرد، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے قدیم فاضل، جامعہ صدیقیہ بہاول پور و جامعہ دارالعلم بہاولپور کے شیخ الحدیث، مدرسہ قاسمیہ خانقاہ شریف ومسجد قاسمی کے بانی ومہتمم، حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹیؒ، نواسی سال کی عمر میں ۴؍شوال المکرم ۱۴۴۶ھ مطابق ۳؍اپریل ۲۰۲۵ء بروز جمعرات ۲ بجے دن بہاول پور میں اس دارِفانی سے رحلت فرما گئے، إنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہٗ ما أعطیٰ وکلّ شيء عندہٗ بأجل مسمّٰی!

قطب الارشاد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز اور دیوبند کے فاضل مولانا محمد عبداللہ (دھرم کوٹ ضلع فیروز پور شرقی پنجاب انڈیا) کے ہاں ۱۹۳۶ء میں آپؒ پیدا ہوئے۔ اسکول کی تعلیم اور قرآن مجید حفظ کا یہاں سے آغاز ہوا۔ آپ کا ننھیال میاں چنوں میں تھا، تقسیم کے بعد یہاں آ گئے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم جگرانوی کے مدرسہ سے قرآن مجید حفظ مکمل کیا۔ ابتدائی کتب جامعہ خیر المدارس ملتان میں مولانا محمد

صدیق جالندھری، مولانا فیض احمد صاحب سے پڑھیں۔ مولانا قاری لطف اللہ کی شہادت کے باعث مولانا محمد عبداللہ رائے پوری خیر المدارس سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال تشریف لے گئے تو مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کو بھی آپ ساہیوال ہمراہ لے گئے۔ موقوف علیہ آپ نے دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے کیا۔

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی دورہ حدیث کے لیے ۱۹۵۹ء میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ہاں (مدرسہ عربیہ اسلامیہ سابقاً) جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن حالاً کراچی میں داخل ہوئے۔ آپ کے پاس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کا سفارشی رقعہ بھی تھا، لیکن داخلۂ امتحان میں اتنے نمبر مل گئے کہ رقعہ پیش کرنے کی ضرورت نہ پڑی اور آپ کو دورہ حدیث شریف میں آسانی سے داخلہ مل گیا۔

۱۹۶۰ء میں دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ یہ وفاق المدارس کے تحت مدارس کا پہلا امتحان تھا۔ تب حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ وفاق کے سرپرست اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ سیکرٹری جنرل تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کو وفاق المدارس کے پہلے سال رول نمبر (ایک) الاٹ ہوا۔ یوں آپ نے وفاق المدارس کے پہلے فاضل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ وفاق المدارس میں دوسری اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں آپ کی پہلی پوزیشن آئی۔

جامعہ حسینیہ سلانوالی، گول مسجد اوکاڑہ، جامعہ حقانیہ یزمان منڈی، چک نمبر ۱۰۸ ضلع بہاول پور میں بھی آپ پڑھاتے رہے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی ترغیب پر موضع پکا نز دبستی کرانیاں اڈہ مقبول آباد نزد خانقاہ مبارک ضلع بہاول پور میں مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی اپنے دو بھائیوں کے ساتھ خوشاب سے یہاں منتقل ہوگئے۔ آپ نے خانقاہ مبارک میں سمہ سٹہ روڈ پر مدرسہ قاسمیہ کی بنیاد رکھی۔ عظیم الشان مسجد قاسمی تعمیر کرائی۔ قرب وجوار میں کئی مساجد آپ کی تحریک وسرپرستی میں قائم ہوئیں۔

۱۹۷۸ء سے جامعہ صدیقیہ پھر جامعہ دار العلم بہاول پور میں آپ شیخ الحدیث کے طور پر تادم آخر بخاری شریف مکمل پڑھاتے رہے۔ تقریباً پچاس مختلف موضوعات پر آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف ہیں۔ آپ تدریس کے ساتھ ساتھ اسی جامع مسجد قاسمی میں خطابت اور یومیہ درسِ قرآن کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ آخر عمر میں اپنا مکان مسجد کو وقف کر کے مسجد میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ آپ کی ہزاروں کتب پر مشتمل لائبریری تھی جو آپ نے مسجد ومدرسہ کے لیے وقف کر دی تھی۔

بیعت کا تعلق شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا۔ ان کے خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینیؒ سے آپ مجازِ بیعت ہوئے۔ آپ ایک متبحر عالم دین، ماہر استاذ، شیخ الحدیث، قادر الکلام، خطیب ومناظر، نامور مصنف اور شہرۂ آفاق نعت گو وشاعر تھے۔ وفات کے اگلے روز جمعہ کو صبح آٹھ بجے جنازہ ہوا۔ دینی مذہبی وسیاسی پوری قیادت کے ساتھ علماء وصلحاء کا اتنا بڑا اجتماع تھا کہ خانقاہ مبارک کا سب سے بڑا تاریخی جنازہ ہوا۔

مولانا قاری محمد شاہ زمان رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ کے قدیم فاضل، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، جامع مسجد قباء بندھانی کالونی کراچی کے پیش امام وخطیب حضرت مولانا قاری محمد شاہ زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۶ رشوال المکرم ۱۴۴۶ھ مطابق ۵ /اپریل ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ انتقال فرماگئے، إنا للہ وإنا إلیه راجعون، اللّٰھم اغفر لہٗ و ارحمہ و عافہ واعف عنه وأکرم نزلہٗ ووسع مدخلہٗ ، آمین

آپ کا آبائی تعلق بالاکوٹ سے تھا۔ آپ نے جامعہ میں درجہ خامسہ سے دورہ حدیث تک تعلیم حاصل کرتے ہوئے ۱۹۷۴ء یعنی تحریک ختم نبوت کے سال سندِفراغت حاصل کی۔ آپ کے دورہ کے اساتذہ میں محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا فضل محمد سواتی، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی، حضرت مولانا بدیع الزمان، حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ آپ کے معروف ساتھیوں میں جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ، حضرت مولانا یحییٰ مدنی (بانی معہد الخلیل الاسلامی) اور جنوبی افریقہ والے مولانا شیخ علاؤالدین وغیرہ تھے۔ دورہ حدیث میں اکثر عبارت پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد جامعہ میں نو ماہ میں قاری عبدالغفار صاحب سے حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ مولانا خاص طور پر جوانی میں پرجوش مقرر ہوا کرتے تھے۔ ۱۹۷۷ء سے جامع مسجد قباء بندھانی کالونی میں امام وخطیب مقرر ہوئے، اور قرآن مجید کی تدریس فرماتے رہے، ہزاروں شاگردوں نے آپ سے قرآن مجید پڑھا، جن میں کثیر تعداد علماء کی ہے۔ تادمِ وفات تقریباً نصف صدی اسی مسجد میں امامت وخطابت اور قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے گزاردی۔ ناظم آباد میں حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ کی مجلس میں پابندی سے شریک ہوتے، پہلی بیعت مولانا عبداللہ بہلویؒ سے کی اور پھر آخر میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے بیعت ہوئے۔ مولانا بہت ہی بااخلاق ملنسار شخصیت کے حامل تھے۔ ماشاء اللہ پورا گھرانہ اور اولاد قرآن وحدیث کے نور سے منور ہے۔ چاروں فرزند مولانا عبدالباسط، مفتی یوسف، مولانا یحییٰ، حافظ بلال اور حافظ عتیق الرحمٰن حافظ ہیں، جن میں سے تین عالم اور جامعہ کے فضلاء بھی ہیں اور دو بچیاں بھی حافظہ ہیں۔ آپؒ بندھانی برادری سے خاص قربت رکھتے تھے، بچوں کے رشتے بھی اسی برادری میں کیے، پورے علاقے اور برادری میں مشفق استاذ اور بزرگ مانے جاتے تھے، بندھانی برادری میں انہیں ایک خاص مقام ومرتبہ حاصل تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائے، درجات بلند فرمائے، آمین۔ قارئین بینات سے ان کے لیے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہٖ أجمعین

مولانا حامد الحق حقانی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و کردار پر نظر

مولانا عرفان الحق حقانی
اُستاذ جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمہ اللہ کے پوتے، شہیدِ ناموسِ رسالت حضرت مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کے فرزندِ اکبر جمعیت علماء اسلام کے سربراہ، جامعہ دار العلوم حقانیہ کے نائب مہتمم، سابقہ ممبر قومی اسمبلی، اعلیٰ اخلاق و کردار کے آئینہ دار، تواضع اور ملنساری کے خوگر، نادار اور غریب لوگوں سے حد درجہ محبت کرنے والے، حق گو و بے باک رہنما، دنیا بھر میں حریت و آزادی کی تحاریک کے پشتیبان، پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے علمبردار، میرے تایازاد اور برادرِ نسبتی حضرت مولانا حامد الحق حقانی کو دیگر ۵/افراد کے ساتھ ۲۸/فروری ۲۰۲۵ء کو بعد از نمازِ جمعہ دار العلوم حقانیہ کی مسجد کے دروازے میں ظالموں نے بڑی بے دردی کے ساتھ دھماکے میں شہید کردیا، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون. اللّٰھم اغفر لھم وارحمھم، آمین بجاہ النبي الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم.

شہداء کے اسماء گرامی

دار العلوم حقانیہ کی مسجد میں ہونے والے خطرناک دھماکے کی آواز میلوں تک سنائی گئی۔ مولانا حامد الحق شہید رہائش گاہ کے سامنے مسجد کے دروازے میں نماز کی ادائیگی کے بعد نکل رہے تھے کہ اس دوران یہ دھماکہ کیا گیا۔ اس حادثہ میں دار العلوم حقانیہ کے شعبہ حفظ کے نگران مولانا قاری شفیع اللہ صاحب کے معصوم فرزند، مجذوب شاکر اللہ، دار العلوم حقانیہ سے عقیدت رکھنے والے غریب رنگساز، کتابی ذوق کے حامل ضلع صوابی کے گاؤں جلسئی سے تعلق رکھنے والے جناب تجمل خان، اکوڑہ خٹک کے قریب دریا پار علاقہ ترلاندی سے تعلق رکھنے والے حقانیہ کے عقیدت مند جناب شیر داد صاحب، مولانا حامد الحق شہید رحمہ اللہ کے جگری دوست قدیم محلہ ککے زئی کے رہائشی جناب تنویر افضل جان اور سب انسپکٹر ریلوے پولیس ملک بخشش الٰہی مرحوم کے فرزند ملک اشتیاق بھی شہادت پا گئے۔

شہید مولانا حامد الحق ؒ کی کیفیت

جن بدبختوں اور شقی القلب لوگوں نے یہ گھناؤنی حرکت کی ہے وہ انسان کہلانے کے بھی مستحق نہیں۔ مولانا حامد الحق ؒ حملہ میں نشانہ تھے، دشمن ان کی جان لینے میں بظاہر کامیاب ہوئے، لیکن درحقیقت انہوں نے دنیا وآخرت کا خسارہ مول لیا۔ مولانا حامد الحق ؒ کو فوری طبی امداد کے لیے کمبائنڈ ملٹری ہسپتال نوشہرہ پہنچایا گیا، لیکن طبی ماہرین کا کہنا تھا کہ وہ موقع پر شہادت پاگئے تھے۔ اس خطرناک دھماکے میں جسے خودکش قرار دیا گیا ہے باوجود بھاری بارود کے مولانا شہید کا بدن سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک مکمل سالم تھا، یعنی کوئی عضو یا حصہ علیحدہ نہیں ہوا۔ اس پر یہ کہنا مناسب ہے کہ یہ ان کی پس ازمرگ کرامت ہی تھی، جسم اور پیٹ میں بارودی چھرے لگنے اور زخموں کے سبب ان کی موت واقع ہوئی۔ مولانا حامد الحق ؒ کے بڑے فرزند مولانا عبدالحق ثانی اس حادثے کے وقت مسجد کی سیڑھیوں سے نیچے اُتر آئے تھے، اس طرح وہ بفضل اللہ تعالیٰ محفوظ رہے، لیکن ان کی ناک زخمی ہوگئی، ان کے چھوٹے فرزند حافظ محمد احمد بحمد اللہ محفوظ ہیں، سوشل میڈیا پر ان کی شہادت کی خبر غلط مشہور ہوئی ہے۔

مسجد میں مخصوص جگہ دائیں جانب پہلی صف میں جہاں مولانا حامد الحق ؒ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے، اس احاطہ میں ہمارے خاندان کے تقریباً جملہ لوگ جو کہ چھوٹوں، بڑوں سمیت ۱۵/افراد پر مشتمل ہوتے، نماز میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے فضل وکرم کے طفیل بچالیا۔

مولانا حامد الحق ؒ شہادت کی خلعتِ فاخرہ پاکر جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوچلے۔ ان کا ناگہانی سانحہ بہت بڑے غم وکرب وافسوس کا باعث ہے، لیکن رضا مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ واقعہ کے وقت احقر اتفاقاً ایک جنازہ میں شرکت کی غرض سے قریبی مسجد میں ۲ بجے سے قبل ہی نماز پڑھنے چلا گیا، فارغ ہوکر آیا تو مسجد میں خطبہ ہورہا تھا۔

دھماکے کے بعد کی صورت حال

احقر نے گھر میں ہی ہولناک دھماکے کی آواز سنی تو فوراً دارالعلوم دوڑ کر آیا، جہاں بھگدڑ مچی تھی، یہاں دارالحدیث کے سامنے دو تین لاشیں خون میں لت پت پڑی تھیں، انسانی بدن کے چیتھڑے دیواروں، چھتوں، زمین پر دور دور تک نظر آرہے تھے۔ دل دہلا دینے والی اس کیفیت کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ میری ذہنی کیفیت بالکل اَبتر تھی، صحن میں اِدھر اُدھر دیوانہ وار چکر کاٹ رہا تھا کہ یہ کیا قیامت خیز منظر ہے۔ اکوڑہ خٹک کے بعض ساتھی مجھے پکڑ کر مولانا سمیع الحق شہید ؒ کی رہائش گاہ کی طرف لے گئے، وہاں جاکر بے چینی اور بڑھ گئی، کبھی اُٹھتا، کبھی بیٹھتا، کبھی گیٹ کی طرف جالپکتا، ہسپتال جاکر صورت حال دیکھنے کا بھی خواہاں تھا، لیکن میری حالت

اور ہوش وحواس کی صورت حال کی بنا پر حفاظتی وسیکورٹی اہل کاروں نے باہر جانے سے منع کردیا۔

دریں اثناء سخت پریشانی میں برادرم اسامہ سمیع الحق سے موبائل پر رابطہ ہوا جنہوں نے بتایا کہ بظاہر تو یہی لگتا ہے کہ وہ شہید ہوچکے ہیں۔ اس بات کے سنتے ہی ایسا لگا جیسے دل اور کلیجہ کسی نے چیر دیا ہو، میں نے اپنے پھوپھی زاد بھائی سے کہا کہ میت گھر لانے کا نظم بناؤ اور شہید کے اہلِ خانہ کو ذہنی طور پر تدریجاً تیار کرو۔

شہید کی شخصیت کے مختلف زاویے

شخصیت وکردار کے عناصر

دماغ میں مولانا حامد الحق ؒ کی شخصیت واخلاق وکردار کے حوالہ سے نقشہ گھوم رہا تھا کہ ہائے اس شخصیت کو ظالموں نے مارتے ہوئے یہ نہ دیکھا کہ یہی وہ عظیم انسان ہے جو غزہ کے مسلمانوں کے ساتھ یکجہتی کے لیے جمعہ کے روز مسجد میں مسلمانوں کے جذبات کو گرما کران کے لیے تائید حاصل کررہا تھا، یہی وہ درمند تھا کہ کشمیری مسلمانوں کے لیے جب بھی ان کی ریاست کو عقوبت خانہ بنایا گیا تو ہر موقع پر ان مظالم پر آواز اٹھانے کے لیے پاکستان بھر میں اجتماعات کرواتا اور خود سڑک پر نکل کران کے لیے آواز اٹھاتا، افغانستان میں بیرونی جارحیت جس دور میں بھی ہوئی تسلسل کے ساتھ حریت وآزادی کے لیے کام کرنے والی تحریکوں کے ساتھ اپنی آواز ملاتا، تحفظ وتقدسِ حرمین کے متعلق مؤثر آواز ہر پلیٹ فارم پر پیش کرتا، عراق، لیبیا، بوسنیا، جہاں بھی مسلمان مظلوم ومقہور ٹھہرا اُن کے ساتھ اپنی یکجہتی کا ثبوت دیتا، پاکستان اور دنیا بھر میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جوش وجذبہ کے ساتھ میدانِ عمل میں کودتا۔ ان جیسے سینکڑوں امور میں اپنی بھرپور تڑپ وتحریک کے ساتھ شریک ہوتا۔ یہ ان کے کردار کی ایک تصویر ہے۔ دوسری طرف تحفظِ ختم نبوت کا مسئلہ ہو، ناموسِ رسالت وناموسِ صحابہ ؓ کا مشن ہو، عظمتِ قرآن کا معاملہ ہو، ہر جگہ وہ اپنی حاضری لگانا فرضِ منصبی سمجھتا۔ الٰہ العالمین! آج اس آواز کو مٹانے اور ختم کرنے کی مذموم کوشش کی گئی، حقیقت یہی ہے کہ:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کردار کا تیسرا رخ پارلیمنٹ میں شریعت بل کی جدوجہد ہو، نوشہرہ کے عوام کے حقوق کی تحفظ کی بات ہو، اس میں بھی آپ ہمہ وقت سرگرم عمل نظر آتے رہے۔ ہم ان کی کس کس ادا کو یاد کریں گے؟ ان کی شخصیت کا چوتھا رخ مملکتِ عزیز پاکستان کے دفاع وتحفظ کے لیے میدان میں نکلنے کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ چند جملوں میں ان کے کردار کا احاطہ ممکن نہیں، تاہم یہ ایک جھلک ہی تھی جو پیش کی گئی۔

رات کو تقریباً ایک بجے جسد خاکی بذریعہ ایمبولینس اکوڑہ خٹک لایا گیا اور غسل وکفن دیا گیا۔ راقم

الحروف کو غسل دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولانا عبدالحق ثانی، مولانا راشد الحق، مولانا ظفر زمان، مولانا لقمان الحق، مولانا اسامہ سمیع، مولانا خزیمہ سمیع، جناب اعجاز حسین، جناب نور حبیب صاحبان میرے معاون تھے۔

طویل غور وخوض کے بعد جنازہ اگلے روز گیارہ بجے دار العلوم حقانیہ میں ہی رکھا گیا۔

عمومی دیدار و زیارت اور نظم کے بندھن غیر مؤثر

ان کی زیارت کے لیے صبح دس بجے کا وقت مقرر ہوا، دیگر تین شہداء کو بھی ان کے ساتھ جنازہ پڑھوانے کے لیے دار العلوم لایا گیا۔ دار العلوم میں ان کے شہادت کے بعد ہزاروں لوگ تعزیت کے لیے جوق درجوق آنے لگے۔ دار الحدیث ہال میں تعزیتی نشست بنائی گئی۔ علماء وزعماء، سیاسی لیڈران، اور زندگی کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے نمائندگان فاتحہ خوانی اور تعزیتی کلمات بھی پیش کرتے رہے۔ راقم نے خانوادۂ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرنے کا فریضہ نبھایا۔ لاکھوں لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے نظم وضبط کا مضبوط نظام بھی غیر مؤثر رہا۔ سکیورٹی اہلکاروں، مقامی انتظامیہ، ضلعی وصوبائی ایڈمنسٹریشن نے نظم کے لیے بھرپور جتن کیے، لیکن ہر کوئی دیوانہ وار شہیدؒ کی زیارت کے لیے بے صبری کا مظاہرہ کرنے پر مجبور نظر آرہا تھا۔ تدفین اپنے والد کے پہلو اور والدہ کے پاؤں میں کی گئی۔ قبر میں اُتارنے کی سعادت مولانا مفتی غلام قادر حقانی، احقر عرفان الحق، حافظ احمد خیار قاسمی، حافظ محمد احمد نے حاصل کی۔

جنازہ کی امامت وتدفین

خاندانی مشاورت کے تحت ان کے فرزند مولانا عبدالحق ثانیؒ نے جنازہ پڑھایا۔ مسجد سے جائے تدفین تک چند سو میٹر کا فاصلہ طے کرتے ہوئے پون گھنٹہ لگا۔ خانوادۂ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے اتفاقِ رائے سے مولانا راشد الحق کو ان کی جگہ نائب مہتمم مقرر کیا گیا۔ اس کی تائید جنازہ کے موقع پر لاکھوں علماء وطلباء اور عوام الناس سے بھی لی گئی۔

شہید کے مختصر حالات جو کہ ان کی نظر سے بھی ان کی زندگی میں گزرے ہیں، یوں ہیں:

تاریخ پیدائش

مولانا حامد الحق حقانی بن حضرت مولانا سمیع الحق کی پیدائش ۲۶؍مئی ۱۹۶۷ء جمعۃ المبارک کے دن بوقت طلوع شمس بمکان حضرت شیخ الحدیث واقع نزد مسجد (وقدیم مدرسہ حقانیہ) محلہ ککے زئی میں ہوئی۔

خاندانی شرافت

جد اعلیٰ مولانا عبدالحمید کے نام کے ساتھ لاحقہ اخند کا غذات مال میں مرقوم ہے اور یہ لقب صاحبِ

سوانح کی تحقیق کے مطابق وسط ایشیا، ایران اور مغربی ترکستان میں دینی پیشوا‘ مفتیوں اور بلند پایہ علماء کے لیے استعمال ہوتا آیا ہے۔ والدہ محترمہ دخترِ الحاج میاں کرم الٰہی صاحبؒ (جو کہ پشاور کے معروف تاجر اور معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے)، کی جانب سے شجرۂ نسب رہبرِ طریقت حضرت میاں محمد عمر صاحب چشتی المعروف سوکنو بابا جیؒ آف چمکنی پشاور تک پہنچتا ہے۔

تعلیم

داداجان حضرت شیخ الحدیثؒ نے خود اپنی مسجد میں رسم بسم اللہ کروا کر کابل استاذ کے ساتھ ناظرۂ قرآن کے لیے بٹھایا۔ پھر خود حضرتؒ نے نماز سکھائی، اور عملاً پڑھوائی۔ باضابطہ رسم بسم اللہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی موجودگی میں مولانا سمیع الحق صاحب نے دارالعلوم دیوبند ہندوستان کے مہتمم شیخ الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ذریعے ۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۳ ؍فروری ۱۹۷۵ء کو (سات برس کی عمر میں) بروز پیر صبح نو بجے دارالعلوم حقانیہ کے دفترِ اہتمام میں کروائی۔

عصری تعلیم کے لیے اسلامیہ تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ آٹھویں کلاس (مڈل) تک اسی سکول میں پڑھنے کے بعد شوال ۱۴۰۴ھ مطابق جون ۱۹۸۳ء کے وسط میں مستقل درجہ اولیٰ کی کتابیں شروع کیں۔ درسِ نظامی کے دوران علومِ عصریہ کی تعلیم پرائیویٹ طور پر جاری رکھتے ہوئے میٹرک ۱۹۸۹ء‘ ایف اے ۱۹۹۰ء میں انٹرمیڈیٹ بورڈ پشاور سے پاس کیے۔ بی اے پولیٹیکل سائنس پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۹۲ء میں کیا، علوم عربی کا کورس جامعۃ الامام السعود الریاض سعودی عرب سے ۱۹۹۳ء میں کیا۔

فراغت

۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فراغت حاصل کی۔ دستار بندی ایک عظیم تقریب جامع مسجد حقانیہ میں بعد از نمازِ جمعہ ۱۴ فروری ۱۹۹۲ء اکابرین پاکستان اور افغانستان کی مذہبی اور سیاسی قیادت کے ہاتھوں انجام پائی۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے وابستگی

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، حضرت علامہ مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صدیقی نقشبندیؒ سے تصوف وسلوک میں استفادہ کیا۔

تدریسی خدمات

۲۹ ؍شوال ۱۴۱۲ھ مطابق ۲ ؍مئی ۱۹۹۲ء بروز ہفتہ حقانیہ میں تدریس کا آغاز کیا، ابتداءً حسبۃ للہ یہ

خدمات انجام دیں، بعد میں ۱۲۰۰/روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا۔ ممبر اسمبلی منتخب ہوکر مشاہرہ لینا ترک کردیا۔

تالیفی سرگرمیاں

مختلف رسائل بالخصوص مجلہ الحق اور ملک بھر کے اخبارات میں مضامین وقتاً فوقتاً لکھتے تھے، مختصر سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ پشتو/اردو زیرِطبع۔ کتاب شجرہ نسب خاندانِ مولانا عبدالحق ؒ زیرطبع۔

جہاد میں کردار

جہادِ افغانستان میں اپنے خاندان کے بزرگوں کی طرح خدمات انجام دیتے چلے آئے۔ پاکستان اور افغانستان میں مجاہدین اور تحریک طالبان، کشمیر، چیچنیا، بوسنیا، فلسطین کے لیے سیاسی محاذوں پر رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے سعی کرتے آئے۔

اکابر اساتذہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق ؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید ؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ ؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ، حضرت مولانا انوار الحق، حضرت مولانا مفتی سیف اللہ مروت، حضرت مولانا فضل الٰہی شاہ منصور، حضرت مولانا عبدالحلیم دیر بابا، حضرت مولانا اسید اللہ ہزاروی ؒ، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا حافظ مفتی غلام الرحمٰن، حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی ؒ۔

آپ کے مشاہیر تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں سے سینکڑوں فارغ التحصیل، مجاہد، پروفیسرز، لیکچرارز، فوج میں خطباء، مدارس میں مدرسین اور سکولوں میں معلمی کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سیاسی ورفاہی امور

ضلع نوشہرہ اور خصوصاً اکوڑہ خٹک میں رفاہی عوامی خدمات کے علاوہ ملکی سیاست میں جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے اس تحریک کا حصہ ہیں۔ این اے ٦ سے ۲۰۰۲ء میں ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔

اسفار وزیاراتِ اکابر

کئی مرتبہ حج وعمرہ اور تعلیمی سلسلہ میں سعودی عرب جانے کی سعادت حاصل کی، متحدہ عرب امارات، اردن، سنٹرل ایشیا، قازقستان، کرغیزستان، تاجکستان، افغانستان، یورپ اور برطانیہ کے مختلف ممالک کے

دورے کیے، جشن صد سالہ دیو بند میں ہندوستان جا کر شرکت کی، حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا اسعد مدنیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ، شیخ بن بازؒ مفتی اعظم سعودی عرب، شیخ عبداللہ ابن سُبیّل، اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ، حضرت مولانا سعید احمد خانؒ امیر تبلیغی جماعت (مدینہ منورہ) حافظ القرآن والحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، علامہ شمس الحق افغانیؒ اور دیگر کئی بزرگوں سے شرفِ ملاقات حاصل رہی۔

اولاد

اولاد میں چار بیٹیاں طوبیٰ، طیبہ، آمنہ، مریم اور دو بیٹے مولانا عبدالحق ثانی فاضل و مدرسِ حقانیہ، جبکہ حافظ محمد احمد زیرِ تعلیم ہیں، جبکہ احفاد میں محمد مصطفیٰ، شافع الحق، محمد حسن شامل ہیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

قربانی کے لیے مالی حیثیت اور قربانی کی کم از کم شرائط

ادارہ

سوال

قربانی کی کم از کم شرائط کیا ہیں؟ اور کتنی مالی حیثیت پر قربانی واجب ہوتی ہے؟

جواب

واضح رہے کہ قربانی ہر اُس عاقل، بالغ، مقیم، مسلمان، مرد اور عورت پر واجب ہے جو نصاب کا مالک ہے، یعنی ساڑھے سات تولہ سونا (87.4875 گرام)، یا ساڑھے باون تولہ چاندی (612.4125 گرام) یا اس کی قیمت کے برابر رقم ہو، یا رہائش کے مکان سے زائد مکانات یا جائیدادیں وغیرہ ہوں، یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان ہو، جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو یا مالِ تجارت شیئرز وغیرہ ہوں تو اس پر ایک حصہ قربانی کرنا لازم ہے۔ (تجارتی سامان خواہ کوئی بھی چیز ہو، اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو اس کے مالک پر بھی قربانی واجب ہوگی۔

نیز قربانی واجب ہونے کے لیے نصاب کے مال، رقم یا ضرورت سے زائد سامان پر سال گزرنا شرط نہیں ہے، اور تجارتی ہونا بھی شرط نہیں، ذوالحجہ کی بارہویں تاریخ کے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے مال ہو جائے تو اس پر قربانی واجب ہے، چنانچہ اگر قربانی کے تین دنوں میں سے آخری دن (۱۲/ذوالحجہ) بھی کسی صورت سے نصاب کے برابر مال یا ضرورت سے زائد سامان کا مالک ہوجائے تب بھی اس پر قربانی واجب ہے۔

بنابریں جس کے پاس رہائشی مکان کے علاوہ زائد مکانات موجود ہیں، ضروری مکان کے لیے پلاٹ کے علاوہ دیگر پلاٹ ہیں، ضروری سواری کے علاوہ دوسری گاڑیاں ہیں، خواہ یہ سب تجارت کے لیے ہوں یا نہ ہوں، بہر حال ایسا شخص قربانی کے حق میں صاحبِ نصاب ہے، اور اس پر قربانی کرنا شرعاً واجب ہے۔ نیز واضح رہے کہ ایسا شخص گھر میں ایک ہو یا ایک سے زائد، درج بالا شرائط کی موجودگی کی وجہ سے اگر ایک گھر میں متعدد

صاحبِ نصاب لوگ پائے جاتے ہوں تو سب پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہے، اور ایسی صورت میں از روئے شرع ایک ہی قربانی سارے گھر والوں کی طرف سے کافی نہیں ہوگی۔ ''رد المحتار'' میں ہے:

''وشرائطها الإسلام والإقامة و اليسار الذي يتعلق به وجوب (صدقة الفطر) ... (لا الذكورة، فتجب على الأنثى) . قال في الرد (قولهٗ:و شرائطها) أي شرائط وجوبها، ولم يذكر الحرية ... ولا العقل والبلوغ لما فيهما من الخلاف ... (قوله: واليسار) بأن ملك مائتي درهم أو عرضا يساويها غير مسكنه وثياب اللبس أو متاع يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية ولو لهٗ عقار يستغلهٗ، فقيل: تلزم لو قيمته نصابا ..... فمتى فضل نصاب تلزمه ولو العقار وقفا، فإن وجب له في أيامها نصاب تلزم وصاحب الثياب الأربعة لو ساوى الرابع نصابا غنى وثلاثة فلا، والمرأة موسرة بالمعجل لو الزوج مليا وبالمؤجل لا .'' (رد المحتار:٦-٣١٢، فتاویٰ هندية: ٥ -٢٩٢، البحر:٨ -١٧٤)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 8284/1436 — دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

قربانی کے لیے گائے وقف کرنا

سوال

بعض لوگ بقرہ عید میں گائے مدرسے کو وقف کرتے ہیں، ساتھ میں قربانی کی نیت بھی کرتے ہیں، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ آیا اس کی قربانی درست ہو جائے گی؟ یا صرف وقف کرنا درست ہوگا یا قربانی؟ براہِ کرم رہنمائی کریں۔

جواب

واضح رہے کہ وقف اشیاءِ غیر منقولہ کا جیسے زمین، گھر، دکان وغیرہ کا وقف کرنا جائز ہے، اسی طرح وہ اشیاء جو ان اشیاءِ منقولہ کے تابع ہیں، جیسے زمین کے آلات وغیرہ، ان کا وقف بھی جائز ہے۔ اور اشیاءِ منقولہ میں سے گھوڑے اور جنگی ہتھیار کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔ ان کے علاوہ جن اشیاءِ منقولہ کے وقف کا عرف ہو اُن کا وقف کرنا بھی جائز ہے، اور جن اشیاءِ منقولہ کا عرف نہیں، جیسے حیوان، کپڑے وغیرہ ان کا وقف کرنا جائز نہیں، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر کسی شخص نے جانور مدرسہ کے لیے وقف کیا تو اس کا وقف کرنا درست نہیں ہوگا، کیونکہ جانور کے وقف کا ہمارے ہاں عرف اور تعامل نہیں، جانور واقف کی ملکیت رہے گا۔ قربانی کا حکم یہ ہے کہ قربانی کرنے والا شخص مدرسے والوں کو وکیل بنائے کہ یہ جانور میری طرف سے ذبح کرو اور اس کا گوشت طلباء کو کھلاؤ تو اس صورت میں قربانی کی نیت کرنے سے قربانی ہو جائے گی اور گوشت طلباء کے لیے صدقہ ہوگا۔

ملاحظہ: اس مقصد کے واضح یا پیشِ نظر ہونے کے بعد اگر ایسی قربانی کو وقف قربانی کہا جائے تو یہ محض لفظی تسامح شمار ہوگا، ایسی وقف قربانی جائز ہوگی۔

''فتاویٰ ہندیہ'' (ج:۲،ص:۳۶۱، کتاب الوقف، طبع: ماجدیۃ) میں ہے:

''رجل وقف بقرة على أن ما يخرج من لبنها وسمنها وشيرازها يعطى أبناء السبيل إن كان ذلك في موضع تعارفوا ذلك جاز كما يجوز ماء السقاية، كذا في الظهيرية.''

''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

''وقف كل (منقول) قصدا (فيه تعامل) للناس (كفأس وقدوم). (قوله: كل منقول قصدا) إما تبعا للعقار فهو جائز بلاخلاف عندهما كما مر لا خلاف في صحة وقف السلاح والكراع أي الخيل للآثار المشهورة، والخلاف فيما سوى ذلك، فعند أبي يوسف لا يجوز وعند محمد يجوز ما فيه تعامل من المنقولات واختارهٔ أكثر فقهاء الأمصار كما في الهداية وهو الصحيح كما في الإسعاف، وهو قول أكثر المشايخ كما في الظهيرية؛ لأن القياس قد يترك بالتعامل.'' (ج:٤، ص: ٣٦٣، طبع : ايچ ايم سعيد)

ملاحظہ: قربانی کی نیت سے جانور وقف کرنے کا مطلب گوشت کو صدقہ کرنا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

فتویٰ نمبر: 6279/1441 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

مارخور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

سوال

کیا مارخور کی قربانی جائز ہے؟

جواب

پالتو حلال جانور سے قربانی کرنا جائز ہے، جنگلی جانور سے قربانی کرنا جائز نہیں، مارخور جنگلی جانور ہے، اس لیے اس سے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''وإن ضحى بظبية وحشية أنست أو ببقرة وحشية أنست لم تجز.''

(الفتاوى الهندية، كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب: ٩٧/ ٥، ط: رشيدية)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 3288/1441 دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

..... ✿ ..... ✿ ..... ✿ .....

نقد و نظر

ادارہ

حجة الوداع و عمرات النبي صلى الله عليه وسلم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ۔ ترجمہ: شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ باہتمام ونگرانی: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی۔ ناشر: محمد یوسف رنگ والے، پوسٹ بکس: ۴۹۹۴، کراچی۔ اسٹاکسٹ: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد، نوشہرہ۔ رابطہ نمبر: 0301-3019928

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ ان مقبولانِ الٰہی شخصیات میں سے ہیں کہ جن کا فیض ان کے وصال کے بعد بھی بدستور بلکہ ان کی زندگی سے زیادہ جاری وساری ہے، جس سے اُمت مسلمہ کی کثیر تعداد فیض یاب ہو رہی ہے۔ حضرتؒ نے اپنی زندگی میں بہت سی کتب تصنیف کیں، ان میں سے ایک کتاب ''حجة الوداع وعمرات النبي صلى الله عليه وسلم'' بھی ہے، جس میں تفصیل سے بتایا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج جو فرضیتِ حج کے بعد ادا فرمایا، وہ مدینہ طیبہ سے کیا، کس تاریخ کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے، کب ذوالحلیفہ پہنچے، احرام کب اور کیسے باندھا الخ؟ الغرض ابتدا سے انتہا تک تمام معاملات، حالات اور واقعات کا تفصیل سے اس کتاب میں ذکر کیا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ کتاب عربی میں لکھی، جس سے صرف علماء اور عربی خواں حضرات ہی نفع اُٹھا سکتے تھے۔ شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہٗ نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مؤسس اور بانی محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہٗ نے اس کا مقدمہ لکھا، جس پر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے لکھا کہ: ''حضرت مولانا (بنوری) کے مقدمہ کے بعد کچھ لکھنا تو ''مادحِ خورشید مداحِ خود است'' کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ مولانا کو نوازے کہ میری وجہ سے بہت ہی بیگاریں مولانا کو بھگتنی پڑتی ہیں۔''

کئی اداروں نے اس کو اپنے اپنے ذوق اور انداز میں پہلے بھی طبع اور شائع کرایا ہے، اس بار الحاج

عتیق الرحمٰن کی تشویق وترغیب پر جناب محمد یوسف صاحب نے القاسم اکیڈمی سے اس کو طبع کرایا ہے۔ کتاب کیا ہے یوں لگتا ہے کہ قاری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفر میں شریک اور کئی چیزوں کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کے منصۂ شہود پر لانے میں تمام شرکاء کو اپنی شایانِ شان جزاء سے نوازیں، آمین یارب العالمین!

عظمتِ صحابہؓ وحلِ اشکالات برصحابہؓ

افادات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ۔ مرتب: جناب صوفی محمد اسلم صاحب۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: جامعہ تعلیم الاسلام اشرفیہ، جامعہ اسماء للبنات، نزد احسن ہنڈا ایجنسی، الہاشم کالونی، ہارون آباد، بہاولنگر

جناب محمد اسلم صاحب ناظم مجلس صیانۃ المسلمین، مہتمم جامعہ تعلیم الاسلام اشرفیہ، ہارون آباد، پنجاب نے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے افادات دربارۂ عظمتِ صحابہؓ وحلِ اعتراضات برصحابہؓ جمع کیے ہیں اور اس رسالہ کو چار ابواب میں منقسم کیا ہے: پہلے اور دوسرے باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت، ان پر کیے گئے اعتراضات کا جواب، اہلِ رفض کی رسوماتِ مروجہ، تعزیہ کی مذمت، عاشوراء اور محرم کی شرعی حیثیت جیسے مضامین لائے ہیں۔ تیسرے اور چوتھے باب میں حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباعِ سنت اور حکم کی بجا آوری کے حیرت انگیز واقعات درج کیے ہیں۔

کتاب کا اندازِ بیان بہت ہی اعلیٰ اور دلوں کو موہ لینے والا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے بچوں اور نوجوانوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیات کے تعارف، ان کے حالاتِ زندگی اور دین کے لیے دی جانے والی ان کی قربانیوں سے روشناس کرائیں، تاکہ یہ ان کو اپنے لیے باعثِ تقلید بنائیں اور اپنے آپ کو ان کے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ بہت ہی مفید اور ضروری ہے۔

اعمالِ صالحہ اور تکمیلِ دین

افادات: حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ۔ مرتب: جناب سید عمران فیصل صاحب۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر قدس سرہٗ اپنے مواعظِ حسنہ اور ملفوظات اور بیانات کے ذریعہ اُمتِ مسلمہ کے معتد بہ حصہ کو راہِ ضلالت سے نکال کر راہِ ہدایت پر لے آئے۔ آپ کے مواعظ، ملفوظات اور بیانات بہت ہی پرمغز اور قلوب پر اپنے اثرات ثبت کرنے والے ہوتے تھے۔ زیرِ تبصرہ رسالہ اسی سلسلہ کی

ایک کڑی ہے، جو سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر: ۱۵ پر مشتمل ہے، جس میں احکامِ شریعت پر عمل، مخلوقِ خدا پر رحم، یادِ خدا میں رونے کی فضیلت، مسواک کے فضائل، نماز کے چند آداب اور عذاب سے بچنے کے راستے جیسے مضامین جمع کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے دوسرے رسائل کی طرح اس کو بھی قارئین کے لیے مفید اور اُمتِ مسلمہ کی ہدایت وراہنمائی کا ذریعہ بنائے، آمین

بچوں کے لیے دینی نصاب

مولانا محمد طیب طوفانی صاحب۔ صفحات: ۱۳۴۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: الحسن اکیڈمی، سرائے نورنگ، ضلع لکی مروت

مؤلف موصوف جناب مولانا محمد طیب طوفانی ضلع لکی مروت کی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظمِ تبلیغ ہیں۔ انہوں نے چھوٹے بچوں کے لیے یہ رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں عقائدِ اسلام، اسلامی معلومات، انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات، اذان، وضو اور نماز کا مکمل طریقہ، چھ کلمے، ایمان کی صفات، مختصر عربی بول چال، مسنون دعائیں، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، چالیس احادیث، عقیدۂ ختم نبوت، قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ اور گناہ کے کام، ان تمام چیزوں کو مختصر اور سوال وجواب کی شکل میں جمع کیا ہے۔ اسکول وکالجز اور دینی مکاتب کے بچوں کی تربیت اور دینی اعمال سے واقف کرانے کے لیے یہ رسالہ بہتر اور مفید ہے۔

دلائل الفضائل، مناقبِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر شبہات کا ازالہ

جناب صاحبزادہ برق التوحیدی صاحب۔ صفحات: ۲۳۸۔ قیمت: درج نہیں۔ طابع: طیبہ قرآن محل، فیصل آباد

امام اسحاق بن راہویہؒ کی طرف منسوب ایک قول ہے: ''لا يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم في فضل معاويةؓ ابن أبي سفيانؓ شيء'' کہ ''سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں۔'' جسے امام ذہبیؒ نے ''السیر'' میں اور حافظ ابن حجرؒ نے صحیح بخاری کی شرح ''فتح الباري'' میں نقل کیا ہے۔

زیرِتبصرہ کتاب کے مؤلف جناب برق التوحیدی صاحب نے پہلے تو یہ ثابت کیا ہے کہ امام اسحاق بن راہویہؒ کی طرف منسوب یہ قول ایک مجہول الاسناد ہے، اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں صحیح احادیث کو پیش کیا اور جن لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبیاں کیں، ان کے تمام دلائل کو تارِ عنکبوت کی طرح بکھیر دیا۔

مؤلف موصوف نے بڑے عمدہ انداز اور پیرایہ میں اس کتاب کو تالیف کیا۔ کتاب کا ٹائٹل، کاغذ اور جلد معیاری ہے۔ مطالعہ کا ذوق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ کتاب ایک قیمتی تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اس پر اجرِ جزیل نصیب فرمائے، آمین

ہمارے قلم کار

جناب حفیظ چودھری صاحب۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۷۰۰ روپے۔ باہتمام: جملہ منتظمین اسلامک رائٹرز مومنٹ پاکستان۔ ناشر: اسلامک رائٹرز مومنٹ پاکستان۔ رابطہ نمبر: 0333-6363979

اس رسالہ میں اسلامک رائٹرز مومنٹ پاکستان سے وابستہ ۵۲ شخصیات، قائدین اور ممبران پر مشتمل خواتین وحضرات کے انٹرویوز جمع کیے گئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس پلیٹ فارم کا تعارف ومنشور بھی اس رسالہ کے شروع میں دیا گیا ہے۔

تحریر وتصنیف سے دل چسپی رکھنے والے نوجوانوں اور طلبہ کے لیے یہ رسالہ مفید راہنمائی کا باعث ہوسکتا ہے۔ البتہ رسالہ کی قیمت بہت ہی زیادہ رکھی گئی ہے، اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

ایصالِ ثواب کی درخواست

جامعہ کے استاذ حضرت مولانا عامر فیروز صاحب کی والدہ محترمہ ۲۲؍ رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۳؍ مارچ ۲۰۲۵ء بروز اتوار کو انتقال فرماگئیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، إن لله ما أخذ ولهٗ ما أعطى وكل شيء عندهٗ بأجل مسمّى. اللّٰهم اغفر لها وارحمها وعافها واعف عنها وأكرم نزلها ووسع مدخلها . آمين.

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور حضرت مولانا عامر فیروز صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

قارئین بینات سے اُن کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔